نضر اللہ امرأً سمع منا حدیثاً فحفظہ حتی یبلغہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اللّٰہُ نَزَّلَ اَحْسَنَ الْحَدِیْثِ

ماہنامہ

الحدیث

حضرو

عدد نمبر 94

ربیع الثانی، جمادی الاولیٰ ۱۴۳۳ھ مارچ، اپریل ۲۰۱۲ء

مدیر: حافظ زبیر علی زئی

مکتبۃ الحدیث حضرو اٹک: پاکستان

مومن امانت دار اور وعدہ وفا ہوتا ہے

ارشادِ باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَ الَّذِيْنَ هُمْ لِاَمٰنٰتِهِمْ وَعَهْدِهِمْ رَاعُوْنَ ﴾

اور (مومنین وہ ہیں) جو لوگ اپنی امانتوں اور عہد و پیمان (وعدوں، معاہدوں) کا پاس رکھنے والے ہیں۔ (المومنون: ۸)

فقہ القرآن:

۱: امام ابن جریر الطبری رحمہ اللہ نے راعون کی تفسیر میں لکھا ہے:

" حافظون لا یضیّعون و لکنهم یفون بذلك کله " حفاظت کرتے ہیں، انھیں ضائع نہیں کرتے، لیکن وہ ان سب (امانتوں اور عہد و پیمان) کو پورا کرتے ہیں۔

(تفسیر طبری ج ۸ ص ۲۶۲ ط دار الحدیث القاہرہ)

یعنی امانتیں واپس کرتے ہیں اور وعدے پورے کرتے ہیں۔

۲: حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ نے لکھا ہے: " أي: إذا اؤتمنوا لم یخونوا بل یؤدونها إلٰی أهلها و إذا عاهدوا أو عاقدوا أوفوا بذلك لا کصفات المنافقین الذین قال فیهم رسول الله ﷺ : آیة المنافق ثلاث : إذا حدّث کذب و إذا وعد أخلف و إذا اؤ تمن خان . " یعنی جب ان کے پاس امانت رکھی جاتی ہے تو اس میں خیانت نہیں کرتے، بلکہ جن کی امانت ہوتی ہے انھیں واپس کر دیتے ہیں اور جب عہد و پیمان اور معاہدے کرتے ہیں تو انھیں پورا کرتے ہیں۔ ان میں منافقوں والی صفتیں نہیں ہوتیں جن کے بارے میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے: منافق کی تین نشانیاں ہیں: (۱) جب بات کرتا ہے تو جھوٹ بولتا ہے (۲) اور جب وعدہ کرتا ہے تو وعدہ خلافی کرتا ہے (۳) اور جب اس کے پاس امانت رکھی جائے تو خیانت کرتا ہے۔ (تفسیر ابن کثیر ۴/ ۴۶۷)

۳: مومن خائن نہیں ہوتا۔ (نیز دیکھئے کتاب الایمان لابن ابی شیبہ: ۸۰۔۸۱، تحقیقی مقالات ج ۴ ص ۲۲)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اَللّٰہُ نَزَّلَ اَحْسَنَ الْحَدِیْثِ

ماہنامہ الحدیث حضرو

نضر الله امرأ سمع منا حديثاً فحفظه حتى يبلغه

جلد: 9 | ربیع الثانی، جمادی الاولیٰ ۱۴۳۳ھ | شمارہ: 5,4

مارچ، اپریل ۲۰۱۲ء

معاونین

حافظ ندیم ظہیر

ابو خالد شاکر

ابو جابر عبداللہ دامانوی

قیمت

فی شمارہ : 50 روپے

سالانہ : 300 روپے

علاوہ محصول ڈاک

پاکستان: مع محصول ڈاک

400 روپے

خط کتابت

مکتبۃ الحدیث

حضرو ضلع اٹک

ناشر حافظ شیر محمد

0300-5288783

مقام اشاعت

مکتبۃ الحدیث

حضرو ضلع اٹک

برائے رابطہ

0302-5756937

فقہ الحدیث — حافظ زبیر علی زئی

اضواء المصابیح

أضواء المصابيح في تحقيق مشكوة المصابيح

٣٠٤) قال: إن رسول الله ﷺ أكل كتف شاةٍ ثم صلّى ولم يتوضأ .

متفق عليه . ابن عباس (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ بے شک رسول اللہ ﷺ نے بکری کے کندھے کا (آگ پر پکا ہوا) گوشت کھایا اور (دوبارہ) وضو نہیں کیا۔ متفق علیہ

تخریج (صحیح بخاری: ۲۰۷، صحیح مسلم: ۹۱/۳۵۴)

یہ حدیث موطأ امام مالک (روایۃ یحییٰ ۱/ ۲۵ ح ۴۷، روایۃ ابن القاسم بتحقیقی: ۱۷۰) میں بھی موجود ہے اور اس کی سند اعلیٰ درجے کی صحیح ہے۔

فقه الحديث:

۱: معلوم ہوا کہ وضو کرنے کے بعد آگ پر پکی ہوئی چیز کھانے سے وضو نہیں ٹوٹتا، لیکن یاد رہے کہ اونٹ کا گوشت کھانے سے وضو ٹوٹ جاتا ہے، جیسا کہ دوسری حدیث سے ثابت ہے۔ دیکھئے صحیح مسلم (۳۶۰، دارالسلام: ۸۰۲) لہٰذا یہ مستثنیٰ ہے۔

۲: سیدنا ابوبکر الصدیق رضی اللہ عنہ نے گوشت کھایا، پھر نماز پڑھی اور وضو نہیں کیا۔

(الموطأ ۱/ ۲۷ ح ۵۳ وسندہ صحیح)

۳: ربیعہ بن عبداللہ بن الہدیر رضی اللہ عنہ نے (سیدنا) عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کے ساتھ رات کا کھانا کھایا، پھر انھوں نے نماز پڑھی اور (دوبارہ) وضو نہیں کیا۔ (الموطأ ۱/ ۲۶ ح ۴۹ وسندہ صحیح)

۴: سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے روٹی اور گوشت کھایا پھر کلی کی اور ہاتھ دھوئے اور اپنے چہرے پر اس کے ساتھ مسح کیا، پھر نماز پڑھی اور وضو نہیں کیا۔ (الموطأ ۱/ ۲۶ ح ۵۰ وسندہ صحیح)

۵: عامر بن ربیعہ رضی اللہ عنہ آگ پر پکا ہوا کھانا کھانے کے بعد وضو نہیں کرتے تھے۔

(الموطأ ۱/ ۲۷ ح ۵۲ وسندہ صحیح)

۶: سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ جب عراق سے (مدینہ) تشریف لائے تو سیدنا ابوطلحہ رضی اللہ عنہ

اور سیدنا اُبی بن کعب رضی اللہ عنہ دونوں اُن کے پاس (ملاقات کے لئے) آئے۔ آپ نے ان دونوں کی خدمت میں آگ پر پکا ہوا کھانا پیش کیا تو انھوں نے اس سے کھایا، پھر انس رضی اللہ عنہ وضو کرنے لگے تو دونوں صحابیوں نے پوچھا: اے انس! یہ کیا ہے؟ کیا عراقیت ہے؟ انس رضی اللہ عنہ نے فرمایا: کاش میں ایسا نہ کرتا۔ سیدنا ابوطلحہ اور سیدنا اُبی بن کعب رضی اللہ عنہما نے اُٹھ کر نماز پڑھی اور (دوبارہ) وضو نہ کیا۔ (الموطأ ۱/۲۷، ۲۸ ح ۵۵ وسندہ صحیح)

معلوم ہوا کہ آگ پر پکی ہوئی چیز کھانے سے وضو ٹوٹنے والی حدیث منسوخ ہے اور اس سے صرف اونٹ کا گوشت مستثنیٰ ہے، یہ گوشت کھانے سے وضو ٹوٹ جاتا ہے۔

۷: سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ آگ پر پکی ہوئی چیز سے وضو کے قائل تھے اور سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ قائل نہیں تھے، پھر جب سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بات کی تو سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ نے انھیں وضو نہ کرنے کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث سنائی۔

(دیکھئے مسند احمد ۱/۳۶۶ ح ۳۴۶۴ وسندہ صحیح)

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے اس پر کوئی اعتراض نہیں کیا، لہٰذا معلوم ہوا کہ انھوں نے اپنے عمل سے رجوع کر لیا تھا۔ واللہ اعلم

۸: اگر کوئی چکنائی والی چیز کھائی جائے یا دودھ پیا جائے تو کلی کرنی چاہئے۔

۳۰۵) و عن جابر بن سمرة ، أن رجلاً سأل رسول الله ﷺ : أنتوضأ من لحوم الغنم ؟ قال : ((**إن شئت فتوضأ ، و إن شئت فلا تتوضأ .**)) قال : أنتوضأ من لحوم الإبل ؟ قال : ((**نعم! فتوضأ من لحوم الإبل .**)) قال : أصلي في مرابض الغنم ؟ قال : ((**نعم .**)) قال : أصلي في مبارك الإبل ؟ قال : ((**لا .**)) رواه مسلم .

جابر بن سمرہ (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ ایک آدمی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا: کیا ہم بکریوں کا گوشت (کھانے) سے وضو کریں؟ آپ نے فرمایا: اگر تم چاہو تو وضو کرلو اور اگر چاہو تو وضو نہ کرو۔ اس نے کہا: کیا ہم اونٹوں کا گوشت (کھانے) سے وضو کریں؟ تو آپ

نے فرمایا: جی ہاں! اونٹوں کا گوشت (کھانے) سے وضو کرو۔

اس شخص نے کہا: کیا میں بکریوں کے باڑے میں نماز پڑھ لوں؟ آپ نے فرمایا: جی ہاں!

(اس نے کہا:) کیا میں اونٹوں کے باڑے میں نماز پڑھ لوں؟ آپ نے فرمایا: نہیں۔

اسے مسلم (۳۶۰/۹۷) نے روایت کیا ہے۔

فقہ الحدیث:

۱: اونٹ کا گوشت کھانے سے وضو ٹوٹ جاتا ہے اور یہ خاص مسئلہ ہے، جس کے خلاف کوئی صریح دلیل موجود نہیں اور خاص کے مقابلے میں عام دلیل پیش کرنا غلط ہے۔

۲: جہاں اونٹ باندھے جاتے ہوں یا اونٹوں کا باڑہ ہو تو وہاں نماز پڑھنا ممنوع ہے، جبکہ بکریوں کے باڑے میں نماز پڑھنا جائز ہے۔

عین ممکن ہے کہ اونٹوں کے شر و فساد سے بچنا مقصود ہو اور صحیح بات یہ ہے کہ ہر مومن کے لئے شریعت کا حکم واجب التسلیم ہے، چاہے اس کی حکمت معلوم ہو یا نہ ہو۔

۳: اگر مسئلہ معلوم نہ ہو تو اہلِ علم سے پوچھ لینا چاہئے اور جو مسئلہ قرآن، حدیث اور اجماع سے ثابت ہو، اس پر عمل کرنا چاہئے۔

۴: آگ پر پکی ہوئی چیز کھانے سے وضو منسوخ ہونے کا مطلب یہ ہے کہ ایسی حالت میں وضو فرض اور واجب نہیں، لیکن اگر کوئی شخص وضو کرنا چاہے تو اس کے لئے جائز ہے، بلکہ باوضو ہونے کے باوجود وضو کرنا باعث اجر و ثواب ہے۔

۵: خلفائے راشدین یا کسی دوسرے صحابی سے اونٹ کا گوشت کھا کر دوبارہ وضو نہ کرنا ثابت نہیں۔ اس سلسلے کی روایات کا جائزہ درج ذیل ہے:

(۱) أن عمر بن الخطاب أكل لحم جزور ثم قام فصلّى ولم يتوضأ.

(مصنف ابن ابی شیبہ ۱/ ۴۷ ح ۵۲۱، نسخہ عوامہ ۱/ ۳۹۶ واللفظ لہ)

اس سند میں سفیان ثوری مدلس، جابر بن یزید الجعفی ضعیف متروک اور ابو سبرہ النخعی مجہول الحال ہے، لہٰذا یہ سند ضعیف و مردود ہے۔

(۲) أن علیاً أکل لحم جزور ثم صلّی ولم یتوضأ . (ابن ابی شیبہ ۱/ ۴۷ ح ۵۱۸)

اس سند میں شریک القاضی مدلس اور جابر الجعفی ضعیف مجروح رافضی متروک ہے، نیز عبداللہ بن الحسن کا تعین مطلوب ہے، لہٰذا یہ سند سخت ضعیف و مردود ہے۔

(۳) عن یحیی بن قیس قال: رأیت ابن عمر أکل لحم جزور و شرب لبن الإبل و صلّی و لم یتوضأ . (ابن ابی شیبہ ۱/ ۴۷ ح ۵۱۵)

اس کی سند میں یحییٰ بن قیس الطائفی مجہول الحال ہے، جسے صرف ابن حبان نے ثقہ قرار دیا، لہٰذا یہ سند ضعیف ہے۔

انوار الصحیفہ کی طبع دوم میں تعدیلات جدیدہ

☆ انوار الصحیفہ کی وہ احادیث جو مراجعت کے بعد صحیح یا حسن ثابت ہوئیں، لہٰذا انھیں انوار الصحیفہ کے طبع دوم سے کاٹ دیا گیا ہے:

سنن ابی داود: ۲۵۴۰، ۲۹۰۳، ۳۳۷۱، ۳۶۲۷، ۳۹۲۴، ۴۶۹۱، ۵۰۹۵، ۵۱۵۶، ۵۲۰۳، ۵۲۱۳

سنن ترمذی: ۱۰۵۵، ۱۰۷۴، ۱۲۲۸، ۱۶۱۶، ۳۲۷۹، ۳۶۷۹

سنن نسائی: ۲۹۷، ۹۸۶، ۵۵۶۸

سنن ابن ماجہ: ۶۲۷، ۲۲۱۷، ۲۶۹۸، ۳۷۰۰

☆ مراجعتِ ثانیہ کے بعد جن روایات کا ضعیف ہونا ثابت ہوا تو انوار الصحیفہ میں ان کا اضافہ کیا گیا ہے، ان روایات کے نمبر درج ذیل ہیں:

سنن ابی داود: ۲۷۹۶، ۲۸۱۰، ۴۷۸۰

سنن ترمذی: ۲۴۵، ۱۴۹۶، ۱۶۹۰، ۲۵۳۲، ۲۸۱۰، ۳۴۵۲، ۳۶۴۴

سنن نسائی: ۱۷۰، ۲۹۰، ۳۱۰۸، ۵۳۲۴، ۵۳۷۴

سنن ابن ماجہ: ۱۰۹۸، ۳۱۲۸، ۳۵۶۷

[۲۴/ جنوری ۲۰۱۲ء]

راقم الحروف کی طرف منسوب کتابیں اور شروط ثلاثہ

سوال آج کل اردو مارکیٹ میں تفسیر ابن کثیر کی تحقیق کے نام سے کئی کتابیں موجود ہیں، جن میں سے بعض پر آپ کا نام بطورِ تحقیق یا بطورِ محقق لکھا ہوا ہے۔ مثلاً:

۱: مکتبہ اسلامیہ (فیصل آباد/ لاہور) کی شائع کردہ تفسیر ابن کثیر

۲: مکتبہ قدوسیہ (لاہور) کی طبع شدہ تفسیر ابن کثیر

۳: فقہ الحدیث پبلیکیشنز (محترم عمران ایوب لاہوری صاحب) کی مطبوع تفسیر ابن کثیر

ان کے علاوہ بھی درج ذیل کتابیں ہیں:

۱: حکیم محمد صادق سیالکوٹی رحمہ اللہ کی کتاب ''صلوٰۃ الرسول'' ﷺ (تسہیل الوصول)

۲: ڈاکٹر شفیق الرحمٰن کی کتاب ''نماز نبوی''

۳: الشیخ عمرو بن عبدالمنعم کی کتاب ''عبادات میں بدعات اور سنتِ نبوی سے ان کا رد''

۴: ''نبی کریم ﷺ کے لیل ونہار'' (الانوار للبغوی کا ترجمہ وتحقیق)

کیا ان سب کتابوں پر آپ کی ہی تحقیق ہے، نیز کیا یہ تحقیقات آپ کے نزدیک معتبر ہیں؟ اگر نہیں تو براہِ مہربانی وضاحت فرمائیں، کیونکہ بعض لوگ آپ کی تحقیق کے بارے میں غلط و باطل پروپیگنڈا کر رہے ہیں۔ جزاکم اللہ خیراً (حافظ ندیم ظہیر)

الجواب راقم الحروف نے بار بار یہ اعلان کیا ہے کہ ''میری صرف وہی کتاب معتبر ہے، جسے مکتبۃ الحدیث حضرو یا مکتبہ اسلامیہ فیصل آباد/ لاہور سے شائع کیا گیا ہے یا اُس کتاب کے آخر میں میرے دستخط ہیں۔''

مثلاً دیکھئے مقدمۃ القول المتین فی الجہر بالتامین (ص ۱۲، دوسرا نسخہ ص ۱۹، نوشتہ ۲۲/

دسمبر ۲۰۰۳ء) ماہنامہ الحدیث حضرو (شمارہ ۲۷ ص ۶۰، نوشتہ ۱۵/ جون ۲۰۰۶ء، شمارہ ۶۸ ص ۱۰، ۱۱، نوشتہ ۸/ نومبر ۲۰۰۹ء)

میں نے درج ذیل اعلان بھی لکھ کر شائع کیا تھا:

''اس واضح اعلان کے بعد بعض الناس کا راقم الحروف کے خلاف نماز نبوی نامی کتاب یا صلوٰۃ الرسول کی تخریج کے حوالے پیش کرنا کیا معنی رکھتا ہے؟'' (الحدیث: ۶۸ ص ۱۱)

بطورِ وضاحت اور بطورِ تصریح عرض ہے کہ مصنف کے پاس یہ حق ہوتا ہے کہ وہ اپنی کتاب کے ہر ایڈیشن کی نظر ثانی کرے اور اگر مناسب سمجھے تو بعض مقامات کی اصلاح بھی کرے۔ اسے ''حق التعدیل'' کہا جاتا ہے اور میری تمام کتابوں و جملہ تحریرات میں حق التعدیل کا اختیار صرف مجھے ہی حاصل ہے، لہٰذا میری اجازت، نظر ثانی اور اصلاح کے بغیر کتاب یا تحریر شائع کرنا کسی کے لئے جائز نہیں۔

تمام تحریروں اور کتابوں میں صرف وہی معتبر ہے جس کا آخری ترین ایڈیشن مکتبۃ الحدیث حضرو اور محترم محمد سرور عاصم حفظہ اللہ کے مکتبہ اسلامیہ (فیصل آباد/ لاہور) سے شائع کیا گیا ہے، یا اس پر میرے دستخط موجود ہیں۔

قاضی عیاض المالکی کی ایک عبارت کا خلاصہ یہ ہے کہ امام مالک رحمہ اللہ اپنی کتاب الموطأ کی نظر ثانی فرماتے رہے۔ (دیکھئے ترتیب المدارک ۷۳/۲، اور مقدمۃ الموطأ روایۃ ابی مصعب الزہری ۳۵/۱ وخالفہ المحققان واختلاف نسخ الموطأ تدل علی التغیر فی روایۃ الموطأ)

فرقہ حنفیہ کے محدث شاہ عبدالعزیز دہلوی بن شاہ ولی اللہ الدہلوی نے لکھا ہے:

''اور جب تک امام مالکؒ زندہ رہے موطأ کو مسودہ کرتے رہے، اس وجہ سے اس میں نسخ بہت ہوا ہے اور ہر نسخہ کی ترتیب جدا ہے۔'' (بستان المحدثین ص ۲۶)

سید مشتاق علی شاہ دیوبندی نے سرفراز خان صفدر دیوبندی سے نقل کیا:

''مصنف کو اپنی زندگی میں حق ہوتا ہے کہ وہ کتاب میں جیسے چاہے، ردو بدل اور کمی بیشی کرے اور ہمیشہ اس کی آخری بات کا اعتبار ہوتا ہے۔''

(ماہنامہ الشریعہ گوجرانوالہ جلد ۲۱ شمارہ نمبر ۱ ص ۲۱، جنوری ۲۰۱۰ء)

سرفراز خان صفدر کے بیٹے عبدالقدوس قارن دیوبندی نے لکھا ہے:

''یہ بات تو اہلِ علم جانتے ہیں کہ کسی کتاب پر بحث وطعن کے لئے اس کے قریبی ایڈیشن کو پیشِ نظر رکھا جاتا ہے کیونکہ پچھلے ایڈیشن میں اغلاط یا سقم سے آگاہی کے بعد مؤلف اس کی اصلاح کر لیتا ہے۔ اور اس کے ہاں معتبر جدید ایڈیشن ہی ہوتا ہے البتہ اگر کسی مصنف نے نے ایسی بات لکھ دی ہو جس پر معافی کا اعلان کرنا ضروری ہو تو اس بات کو نکال دینا کافی نہیں ہوتا بلکہ معافی کے اعلان کی ضرورت ہوتی ہے...'' (مجذوبانہ واویلا ص ۱۸۷۔۱۸۸)

نیز دیکھئے سرفراز خان صفدر کی دو کتابیں: عباراتِ اکابر حصہ اول (ص ۱۰۳۔۱۰۴)

اور ''عمدۃ الاثاث فی حکم الطلقات الثلاث (ص ۱۱۴)

اب سوال میں مذکورہ کتابوں کے بارے میں مختصر جواب درج ذیل ہے:

۱: مکتبہ اسلامیہ (فیصل آباد/ لاہور) کی طبع شدہ تفسیر ابن کثیر (تحقیقی) واقعی میری تحقیق ہے اور میں اس کا ذمہ دار ہوں۔

اسی طرح میرے نام سے مکتبہ اسلامیہ مذکورہ کی تمام شائع کردہ کتابیں میری ہی کتابیں ہیں اور میں ان کا ذمہ دار ہوں۔

۲: مکتبہ قدوسیہ کی شائع کردہ تفسیر ابن کثیر سے میرا کوئی تعلق نہیں۔

۳: فقہ الحدیث کی مطبوع تفسیر ابن کثیر سے میرا کوئی تعلق نہیں۔

۴: تسہیل الوصول تخریج صلوٰۃ الرسول کی مجھ سے نظر ثانی نہیں کروائی گئی اور نہ کسی ایڈیشن میں میرے دستخط لئے گئے ہیں، لہٰذا میں اس کتاب کا ذمہ دار نہیں۔

۵: ڈاکٹر شفیق الرحمٰن صاحب کی نماز نبوی کی تحقیق کا میں ذمہ دار نہیں ہوں۔

۶: ''نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے لیل ونہار'' نامی کتاب کے ہر ایڈیشن کے آخر میں اگر میرے دستخط نہ ہوں تو میں اس کا ذمہ دار نہیں۔ یہی معاملہ ''عبادات میں بدعات اور سنتِ نبوی سے انکار رد'' کتاب کا ہے۔

تمام لوگوں مثلاً آلِ بریلی وآلِ دیوبند کی ''خدمت'' میں کئی بار عرض ہے کہ میں صرف تین قسم کی کتابوں کا ہی ذمہ دار ہوں:

۱: جو مکتبۃ الحدیث حضرو سے شائع شدہ ہیں۔

۲: جن کے آخر میں ہر ایڈیشن کے لحاظ سے میرے دستخط ہیں۔

۳: جو کتابیں محترم محمد سرور عاصم حفظہ اللہ کے مکتبہ اسلامیہ (فیصل آباد/ لاہور) سے شائع شدہ ہیں۔

تنبیہ: ان شروط ثلاثہ کے علاوہ کسی کتاب یا تحریر کا میں ذمہ دار نہیں، لہٰذا رد برائے رد اور راقم الحروف کے مخالفین کی، ان شرائط مذکورہ کے خلاف ہر کوشش مردود ہے۔

وما علینا إلا البلاغ

(۱۵/فروری ۲۰۱۲ء)

نکاح سے پہلے فریقین کی شرائط

سوال کیا فرماتے ہیں علمائے کرام شرع دین متین اس مسئلے میں کہ اگر کوئی صاحب اپنے نکاح کے وقت مہر میں مبلغ بیس ہزار روپے دینا چاہتا ہے اور لڑکی والے ساتھ یہ شرط رکھیں کہ شادی کے بعد جب بھی اللہ رب العالمین آپ کو استطاعت دے تو لڑکی کو پانچ تولہ سونا بنا کر دیں گے۔ کیا یہ شرط از روئے قرآن وسنت صحیح ہے یا غلط ہے؟ مفصل جواب سے مطلع فرمائیں۔ (محمد نسیم سلفی، پشاور)

الجواب قرآنِ مجید میں ہے کہ مدین والے (نیک شخص) نے سیدنا موسیٰ علیہ السلام سے کہا تھا: ﴿اِنِّیْۤ اُرِیْدُ اَنْ اُنْكِحَكَ اِحْدَى ابْنَتَیَّ هٰتَیْنِ عَلٰۤى اَنْ تَاْجُرَنِیْ ثَمٰنِیَ حِجَجٍ﴾ میں چاہتا ہوں کہ دو بچیوں میں سے ایک کا نکاح تمھارے ساتھ کر دوں، بشرطیکہ تم آٹھ سال میری خدمت کرو۔ (القصص: ۲۷)

اس آیت سے صاف ظاہر ہے کہ لڑکی کے ولی کو نکاح کی شرائط کا اختیار حاصل ہے۔

نیز ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ فِيمَا تَرٰضَيْتُم بِهٖ مِنۢ بَعْدِ الْفَرِيضَةِ ط﴾ اور تم پر کوئی گناہ نہیں اُس میں جس پر تم مقرر کیئے ہوئے حق مہر کے بعد باہم راضی ہو جاؤ۔ (النسآء:۲۴)

نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ((أحق ما أوفيتم من الشروط أن توفوا به ما استحللتم به الفروج)) تم پر یہ ضروری ہے کہ وہ شرطیں پوری کرو، جن کے ساتھ تم نے نکاح کیئے ہیں۔ (صحیح بخاری:۵۱۵۱، باب الشروط فی النکاح)

اس حدیث سے بھی ثابت ہوا کہ نکاح میں جائز شرطیں قائم کرنا جائز ہے اور امام بخاری کی تبویب بھی اسی پر دلالت کرتی ہے۔ سوالِ مذکور کی شرط میرے علم کے مطابق نہ کسی آیت کے خلاف ہے اور نہ کسی حدیث کے خلاف ہے، لہٰذا قرآن وحدیث کی رُو سے بالکل جائز ہے۔ یہ علیحدہ مسئلہ ہے کہ شادی کرنے والے مرد یا اس کے رشتہ داروں اور دوستوں کو یہ شرط منظور ہے یا نہیں؟ اور اگر منظور نہیں تو ہو سکتا ہے کہ نکاح ہی رہ جائے۔ بہتر یہ ہے کہ فریقین آپس میں صلح صفائی سے معاملہ طے کرلیں اور اسی میں خیر ہے۔

ماعلینا إلا البلاغ (۴/اپریل ۲۰۱۱ء)

جنات سے علاج

سوال ایک آدمی جس کا عقیدہ ٹھیک ہے۔ پانچ وقت کا نمازی اور ہر گناہ سے بچنے کی کوشش کرتا ہے۔ اگر اس کی دوستی کسی مسلمان جن سے ہو جائے اور وہ اس کو استعمال میں لا کر کسی آسیب زدہ انسان کا علاج کر دے اور وہ بندہ صحت یاب ہو جائے تو کیا یہ جائز ہے یا نہیں؟ (اعجاز احمد، گوجرہ ضلع ٹوبہ ٹیک سنگھ)

الجواب اگر یہ بات صحیح ہے اور واقعی کسی شخص کی کسی مسلمان جن سے دوستی ہے تو بیمار انسان کے علاج کی دو حالتیں ہیں:

۱: جن کسی حلال چیز مثلاً جڑی بوٹی سے علاج کا مشورہ دے یا کسی غیر شرکیہ اور صحیح ذکر

واذکار کا عمل بتائے تو اس پر عمل جائز ہے اور یہ اس حدیث کے تحت ہے، جس میں آیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو شخص اپنے بھائی کو فائدہ پہنچا سکے تو ضرور پہنچائے۔

(صحیح مسلم: ۲۱۹۹، توضیح الاحکام ج ۱ ص ۴۷۸)

۲: بذاتِ خود جن سے مدد لے کر مافوق الاسباب علاج کرایا جائے، جیسا کہ آج کل بہت سے مدعیان علاج کا طرزِ عمل ہے تو یہ مشکوک ہے، لہٰذا اس سے بچنا ضروری ہے۔

شیخ محمد ناصر الدین الالبانی وغیرہ بہت سے علماء نے الاستعانۃ بالجن سے منع فرمایا ہے۔ (دیکھئے السلسلۃ الصحیحہ ۶/ ۱۰۰۹ ح ۲۹۱۸)

نیز شیخ ابو محمد امین اللہ پشاوری اور شیخ ابو زکریا عبدالسلام رستمی حفظہما اللہ نے اس کی مخالفت پر ایک رسالہ لکھا ہے: ''دم میں جنات سے تعاون اور خدمت لینے کا حکم''

شیخ محمد بن صالح العثیمین رحمہ اللہ نے حافظ ابن تیمیہ رحمہ اللہ سے اس کا مشروط جواز نقل کیا ہے۔ (دیکھئے الفتاوی المھمہ ص ۶۹۔۷۰ لقاءات الباب المفتوح ۱۲۶۰)

راجح یہی ہے کہ اس عمل سے اجتناب کیا جائے۔ واللہ اعلم (۴/ اپریل ۲۰۱۱ء)

جمع بین الصلاتین اور سنتیں؟

سوال اگر اشد مجبوری و شرعی عذر کی وجہ سے سفر کے علاوہ (حضر) کی حالت میں دو نمازیں جمع کرنی پڑیں تو کیا دونوں نمازوں کی سنتیں ادا کرنا ہوں گی؟ (ایک سائلہ)

الجواب ایسی حالت میں صرف فرض پڑھنے پڑیں گے اور سنتیں ادا نہیں ہوں گی۔ (دلیل کے لئے دیکھئے صحیح بخاری، کتاب مواقیت الصلوٰۃ باب تاخیر الظہر الی العصر ح ۵۴۳)

[۸/ جون ۲۰۱۱ء]

اعلان

اگلا شمارہ (الحدیث نمبر ۹۵) جون میں مئی اور جون کا اکٹھا شائع ہوگا۔ ان شاء اللہ

محمد زبیر صادق آبادی

ماسٹر امین اوکاڑوی کے سو(۱۰۰) جھوٹ

امین اوکاڑوی دیوبندی جماعت کے مشہور مناظر تھے اور اہل الحدیث کے خلاف بہت گندی زبان استعمال کرتے تھے۔

(دیکھئے الحدیث حضرو نمبر ۸۰ ص ۳۸، تجلیات صفدر ۲/ ۱۹۳، ۵/ ۴۲۶، ۷/ ۲۴۶، ۷/ ۳۷۴)

وہ اہلِ حدیث علماء کے غلط حوالوں کو بزعم خود جھوٹ شمار کرتے تھے۔

دیکھئے تجلیات صفدر (ج ۲ ص ۲۳۳۔ ۲۳۶، ۴/ ۲۸۹)

اوکاڑوی نے ایک اہل حدیث عالم کے حوالے کو غلط کہہ کر لکھا تھا: لعنۃ اللہ علی الکاذبین آمین ثم آمین۔ (تجلیات صفدر ۴/ ۲۸۹)

اوکاڑوی کی زبان درازی کا تعلق یہاں تک تو بعض علماء کی ذات تک تھا، لیکن پھر اوکاڑوی نے تمام اہل حدیث کے متعلق لکھا:

''دراصل اس جھوٹے فرقہ کی بنیاد ہی جھوٹوں پر ہے۔'' (تجلیات صفدر ۴/ ۲۴۱)

اس کے بعد اس کے شاگردوں اور مقلدین نے بھی اہل حدیث کے خلاف اسی طرح کا پروپیگنڈا شروع کر دیا، بلکہ ایک دیوبندی محمود عالم اوکاڑوی نے تو یہاں تک لکھا:

''لیکن غیر مقلدین باؤلے کتے ہیں'' (انوارات صفدر ۱/ ۱۱۱)

دوسری جگہ لکھا: ''غیر مقلدین کتیہ کی اولاد ہیں۔'' (انوارات صفدر ۱/ ۱۱۹)

ایک دیوبندی عبدالغفار نے ایک اہلِ حدیث عالم کے بارے میں لکھا:

''اتنا بڑا کذاب ودجال خبیث'' (قافلہ باطل جلد نمبر ۳ شمارہ نمبر ۱ ص ۴۴)

امین اوکاڑوی اور اس کے مقلدین کی اس قسم کی جارحانہ تحریریں اس مضمون (ماسٹر امین اوکاڑوی کے سو جھوٹ) کا سبب بنی ہیں۔

تنبیہ: اکثر مقامات پر اوکاڑوی کے جھوٹ اوکاڑوی و دیوبندی اصولوں کے مطابق لکھے

گئے ہیں، نیز راقم الحروف کے قلم سے امین اوکاڑوی کے ایک سے لے کر دس جھوٹ (۱ تا ۱۰) ماہنامہ الحدیث حضرو (نمبر ۶۱) میں باحوالہ ورد شائع ہو چکے ہیں، وہاں دیکھ لیں۔

(ص ۱۰۔۱۷)

۱۱) ماسٹر امین اوکاڑوی کو جھوٹ بولنے کی یہ عادت تھی کہ اپنے ایک خود ساختہ پیر و مرشد (احمد علی لاہوری دیوبندی) کو ''حضرت لاہوری'' کے نام سے یاد کر کے ایسی حکایات بیان کیں، جنھیں پڑھ کر معلوم ہوتا ہے کہ اوکاڑوی کے نزدیک ''لاہوری'' کو الہام ہوتا تھا۔

مثال کے طور پر اگر کوئی شخص اوکاڑوی کے ''حضرت'' کو حلال اور حرام پیسوں کے پھل پیش کرتا تو ''حضرت'' کو پتہ چل جاتا تھا کہ یہ لوگ میرا امتحان لینے آئے ہیں اور کون سے پھل حلال کے پیسوں کے ہیں اور کون سے حرام کے پیسوں کے ہیں۔ (دیکھئے تجلیاتِ صفدر ۱/۵۳)

اسی طرح ماسٹر امین اوکاڑوی نے ایک دفعہ احیاء العلوم کتاب پڑھ کر مناظرے نہ کرنے کا عزم کر لیا اور اپنے (بزعمِ خود) قیمتی نوٹس جلا دیئے، تو کسی دیوبندی نے اوکاڑوی کے حضرت کو ایک خط لکھا، جس میں امین اوکاڑوی کے مناظرے نہ کرنے کے عزم کا شکوہ کیا۔ اس کے بعد جب ماسٹر امین کی اپنے پیر لاہوری سے ملاقات ہوئی تو بقولِ اوکاڑوی لاہوری نے امین اوکاڑوی سے کہا: ''...لیکن تم نے اتنے قیمتی نوٹس کیوں جلا دیئے۔''

(تجلیات صفدر ۱/۵۷)

ماسٹر امین کا کہنا ہے کہ ''میں یہ بات سن کر حیران رہ گیا۔ کیونکہ میرے نوٹس جلانے کا علم صرف مجھے ہی تھا اور خط میں بھی اس قسم کا کوئی تذکرہ نہیں تھا۔'' (تجلیات صفدر ۱/۵۷)

اپنے ایسے پیر و مرشد کے سامنے بھی امین اوکاڑوی اپنے اس دور میں، جب وہ دیوبندیوں کا مشہور مناظر بن چکا تھا، جھوٹ بولنے سے باز نہیں آتا تھا۔

اب سنئے اگلی کہانی خود ماسٹر امین اوکاڑوی کی زبانی: ''ایک مرتبہ میں لاہور گیا تو سوچا کہ اپنے لئے فتح القدیر خرید کر لاؤں۔ حضرت لاہوری سے ملاقات ہوئی تو میں نے فتح القدیر خریدنے کا ذکر کیا تو حضرت نے فرمایا ابھی فتح القدیر نہ خریدو۔ اس کی بجائے احیاء

العلوم خرید لو۔لیکن میرا دل فتح القدیر میں اٹکا ہوا تھا۔میں نے حضرت لاہوری سے کہا جیسا آپ کا حکم ہوگا وہی کروں گا لیکن دل میں سوچا کہ جاتا ہوا فتح القدیر ہی خریدوں گا، حضرت کو کونسا پتہ چلے گا۔ابھی میں یہ بات سوچ ہی رہا تھا کہ حضرت نے فرمایا ابھی جاؤ اور اُردو بازار سے احیاء العلوم خرید کر لے آؤ۔میں نے پھر عذر کیا کہ حضرت واپس جاتا ہوا خرید لوں گا۔لیکن حضرت نے فرمایا نہیں، ابھی جاؤ اور کتاب خرید کر میرے پاس لاؤ، اتنے روپوں میں آئے گی اور تمہارے پاس اتنے پیسے تو موجود ہی ہیں۔ہاں اوکاڑہ کا کرایہ میں اپنے پاس سے تمہیں دیتا ہوں۔اور زبردستی اوکاڑہ کا کرایہ جو غالباً دو اڑھائی روپے کے قریب تھا، میرے رومال میں باندھ دیا۔اب مجھے مجبوراً اُردو بازار جانا پڑا۔'' (تجلیات صفدر ۱/ ۵۵)

قارئین کرام! غور کریں، امین اوکاڑوی نے اپنے پیر سے کیا کہا تھا: ''جیسا آپ کا حکم ہوگا وہی کروں گا، لیکن دل میں سوچا کہ جاتا ہوا فتح القدیر ہی خریدوں گا، حضرت کو کونسا پتہ چلے گا'' !!

ماسٹر امین نے جھوٹے قصوں سے اپنے حضرت کی فضیلت ثابت کرتے کرتے خود کو ہی جھوٹا ثابت کر دیا۔امین اوکاڑوی کی اپنی کہی یا لکھی ہوئی باتوں سے ہر باشعور انسان سمجھ جاتا ہے کہ یہ کسی جھوٹے شخص کا کلام ہے۔مثال کے طور پر امین اوکاڑوی نے اپنے کسی اہل حدیث استاد (؟؟؟) کے متعلق جھوٹ بولتے ہوئے کہا: ''استاد جی تاکید فرماتے تھے کہ جو نماز نہیں پڑھتا اس کو نہیں کہنا کہ نماز پڑھا کرو۔ہاں جو نماز پڑھ رہا ہو اس کو ضرور کہنا ہے کہ تیری نماز نہیں ہوئی۔'' (تجلیات صفدر ۱/ ۸۵)

۱۲) مشہور صحابی سیدنا انس رضی اللہ عنہ کے متعلق ماسٹر امین اوکاڑوی نے لکھا ہے:

''حضرت انس ؓ بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں نابالغ تھے اور پچھلی صفوں میں کھڑے ہوتے تھے۔'' (حاشیہ امین اوکاڑوی علیٰ صحیح بخاری ۱/ ۷۰ ح ۳ ل)

حالانکہ سیدنا انس رضی اللہ عنہ کی عمر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے وقت بیس (۲۰) سال تھی۔

دیکھئے صحیح مسلم (کتاب الاشربہ باب ۱۷ ح ۱۲۵/ ۲۰۲۹ و ترقیم دارالسلام: ۵۲۹۰، درسی نسخہ

۲/۴۷ا،نسخہ وحید الزمان ۵/۲۶۴)

۱۳) ماسٹر امین اوکاڑوی نے صحابی سیدنا وائل بن حجر رضی اللہ عنہ کا قول یوں بیان کیا:

''فرمایا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے آمین کہی و**اخفا بھا صوتہ** آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے آمین کہی۔لیکن آمین میں نے نہیں سنی۔آپ اپنی آواز کو چھپا کر نیچے لے گئے۔

اس روایت کو امام احمد، ترمذی، ابو داؤد طیالسی، دارقطنی، حاکمؔ نے روایت کیا ہے۔اوراس کی سند بھی صحیح ہے۔'' (فتوحات صفدر ۱/۳۴۵،دوسرا نسخہ ج ا ص ۳۰۹)

یہ عبارت (لیکن آمین میں نے نہیں سنی) امین اوکاڑوی کا سیدنا وائل بن حجر رضی اللہ عنہ پر صریح جھوٹ ہے اور عبدالغفار...دیوبندی کے اصول پر پانچ جھوٹ ہیں۔

۱۴) ماسٹر امین اوکاڑوی نے یونس نعمانی دیوبندی سے دوران مناظرہ مخاطب ہو کر کہا:

''میں نے مولوی صاحب کو کہا کہ حیات کا معنی کریں مولوی صاحب نے کہا کہ اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ روح جسم کے اندر نہ ہو پھر بھی حیات ہوتی ہے۔ یہ مولوی (یونس نعمانی) نے اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر جھوٹ بولا ہے۔'' (فتوحات صفدر ۳/۳۷۶)

حالانکہ پورے مناظرے میں یونس نعمانی نے یہ بات نہیں کہی تھی۔ یہ ماسٹر امین اوکاڑوی دیوبندی کا یونس نعمانی دیوبندی پر صریح بہتان اور جھوٹ ہے۔

۱۵) امین اوکاڑوی نے مولانا بدیع الدین راشدی رحمہ اللہ سے مخاطب ہو کر کہا:

''ابھی اسی تقریر میں کہا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کا قول میں نہیں مانتا۔''

(فتوحات صفدر ۱/۳۵۲،دوسرا نسخہ ج ا ص ۳۱۶)

یہ ماسٹر امین نے مولانا بدیع الدین رحمہ اللہ پر جھوٹ بولا ہے۔مولانا بدیع الدین راشدی رحمہ اللہ کی تردید کے لئے دیکھئے (فتوحات صفدر ۱/۳۵۶،دوسرا نسخہ ۱/۳۱۹)

۱۶) امین اوکاڑوی نے کسی اہل حدیث (؟) کی طرف منسوب کر کے لکھا ہے:

''جبکہ احادیث صحیحہ میں ''وانحر'' کی تفسیر قربانی کرنے سے آئی ہے تو کہنے لگے ہم سنیوں کے موافق اس آیت کی تفسیر قربانی سے بھی کرتے ہیں اور رافضیوں کے موافق سینے پر ہاتھ

باندھنے سے بھی۔'' (تجلیات صفدر ۲/۲۱۹)

یہ ماسٹر امین اوکاڑوی کا بالکل جھوٹ ہے اور کسی اہل حدیث عالم سے یہ بات ہرگز ثابت نہیں اور نہ شیعہ نماز میں سینے پر ہاتھ باندھتے ہیں۔

۱۷) ماسٹر امین اوکاڑوی نے اہل حدیث عالم شیخ بدیع الدین راشدی رحمہ اللہ سے مناظرے کے دوران میں ایک راوی یحییٰ بن سلام کو ضعیف ماننے سے انکار کرتے ہوئے کہا: ''کیا لسان میں لکھا ہے کہ ضعیف ہے؟ یہاں یہ کہتے ہیں کہ **امام المفسرین والمحدثین**'' (فتوحات صفدر ۱/۳۱۳، دوسرا نسخہ ۱/۲۷۸)

بدیع الدین راشدی رحمہ اللہ نے کہا: ''اس میں نہیں لکھا'' (ایضاً)

امین اوکاڑوی نے کہا: ''آپ لسان سے یحییٰ بن سلام کا ترجمہ نکالیں میں آپکو دکھاتا ہوں۔'' (فتوحات صفدر ۱/۳۱۴، دوسرا نسخہ ۱/۲۷۸)

یہ ماسٹر امین اوکاڑوی کا جھوٹ ہے، اور لسان المیزان میں یحییٰ بن سلام کے متعلق ''امام المفسرین والمحدثین'' کے الفاظ قطعاً لکھے ہوئے نہیں ہیں۔

۱۸) مولانا بدیع الدین راشدی رحمہ اللہ سے مخاطب ہو کر امین اوکاڑوی نے کہا:

''آپ نے فرمایا تھا کہ تقریب میں اس کو ثقہ لکھا ہے حالانکہ اس کو مشہور لکھا ہے۔''

(فتوحات صفدر ۱/۳۲۳، دوسرا نسخہ ۱/۲۸۷)

اس کے جواب میں مولانا بدیع الدین رحمہ اللہ نے کہا: ''میں نے یہ نہیں کہا'' (ایضاً)

تو ماسٹر امین نے کہا: ''ٹیپ موجود ہے'' (ایضاً)

حالانکہ ماسٹر امین اوکاڑوی کی بات بالکل جھوٹ ہے، ٹیپ میں ایسی کوئی بات موجود نہیں اور مولانا بدیع الدین راشدی رحمہ اللہ کا انکار بالکل سچ ہے۔ حقیقت جاننے کے لئے فتوحاتِ صفدر سے پورا مناظرہ پڑھ لیں۔

۱۹) ماسٹر امین اوکاڑوی نے کہا: ''جبکہ مسند ابی عوانہ کوئی حنفیوں کی کتاب نہیں ہے اور نہ ہی حنفیوں نے چھپوائی ہے'' (فتوحات صفدر ۲/۲۶۲)

یہ ماسٹر امین اوکاڑوی کا جھوٹ ہے، کیونکہ مسند ابی عوانہ کو ہندوستانی ''حنفیوں'' نے شائع کروایا تھا۔

۲۰) ماسٹر امین اوکاڑوی نے کہا: ''قرآن کی آیت کا ترجمہ یہ ہے۔ **و اذا قرئ القرآن** جب امام قرآن پڑھے۔ **فاستمعوا له و انصتوا** اے مقتدیو تم خاموش رہو۔''

(فتوحات صفدر ۱/۲۹۶، دوسرا نسخہ ۱/۲۶۲)

یہ ماسٹر امین اوکاڑوی کا جھوٹ ہے۔ اس جھوٹ کی تحقیق کے لئے آپ دیکھ سکتے ہیں علمائے دیوبند مثلاً اشرف علی تھانوی اور عبدالماجد دریا آبادی وغیرہما کے تراجم۔

نیز اگر امین اوکاڑوی کی خاموش رہنے سے مراد یہ ہے کہ مقتدی تکبیر تحریمہ کے بعد زبان ہلا کر کچھ بھی نہیں پڑھ سکتا تو پھر آل دیوبند خود اپنے اصول کے مطابق قرآن کی صریح مخالفت کرتے ہیں، کیونکہ علمائے دیوبند کا فتویٰ ہے کہ بعد میں آنے والا مقتدی عید کی نماز میں تکبیر تحریمہ کے بعد تین زائد تکبیریں ایسے وقت بھی کہے گا جب امام قرآن پڑھ رہا ہوگا۔ دیکھئے بہشتی زیور (ص ۸۷ حصہ ۱۱، عید کی نماز کا بیان مسئلہ ۱۹) آپ کے مسائل اور ان کا حل (۲/۴۱۶، از محمد یوسف لدھیانوی) احسن الفتاویٰ (۴/۱۵۳) چار سو اہم مسائل (ص ۲۷۳ از محمد ابراہیم صادق آبادی) ہفت روزہ ختم نبوت (ج ۲۹ شمارہ ۳۵/۳۴ ص ۹)

۲۱) ماسٹر امین اوکاڑوی نے لکھا ہے: ''اہل السنۃ والجماعۃ کا اس بات پر کلی اتفاق ہے کہ دلائل شرعیہ چار ہیں: (۱) کتاب اللہ، (۲) سنت رسول اللہ، (۳) اجماع اور (۴) قیاس شرعی۔'' (تجلیات صفدر ۶/۱۸۸)

یہ ماسٹر امین اوکاڑوی کا جھوٹ ہے، کیونکہ نام نہاد ''اہل سنت والجماعت'' کا اس بارے میں آپس میں سخت اختلاف ہے۔ سعید احمد پالنپوری استاد دارالعلوم دیوبند نے لکھا ہے:

''کیونکہ حُجت ِشرعیہ تین ۳ ہیں، قرآن کریم، سنتِ نبوی اور صحابہ کرام کا اجماعی عمل''

(تسہیل ادلہ کاملہ ص ۸۴)

رشید احمد لدھیانوی نے لکھا ہے: ''ورنہ مقلد کے لئے صرف قول امام ہی حجت ہوتا ہے۔''

(ارشاد القاری ص ۲۸۸)

دوسری جگہ رشید احمد لدھیانوی نے لکھا ہے: ''اور مقلد کے لئے قول امام حجت ہوتا ہے نہ کہ ادلۂ اربعہ کہ ان سے استدلال وظیفۂ مجتہد ہے۔'' (ارشاد القاری ص ۴۱۲)

یعنی کوئی چار دلائل کہتا ہے کوئی تین اور کوئی ایک۔!!

۲۲) ماسٹر امین اوکاڑوی نے لکھا ہے: ''فقہ حنفی میں انسانی زندگی کے مکمل مسائل کا حل کتاب وسنت کی روشنی میں پیش کیا گیا ہے۔'' (تجلیات صفدر ۶/ ۳۷۱)

یہ بالکل جھوٹ ہے۔ کیونکہ انور شاہ کشمیری نے کہا ہے: جو شخص یہ کہے کہ سارا دین فقہ میں آگیا ہے، تو وہ شخص راہ راست سے ہٹ گیا ہے۔ (دیکھئے فیض الباری ج ۲ ص ۱۰)

اشرف علی تھانوی نے لکھا ہے: ''کیونکہ ہر زمانہ میں ہزاروں ایسی جزئیات نئی نئی پیش آتی ہیں جن کا کوئی حکم آئمہ مجتہدین سے منقول نہیں اور علماءؒ خود اجتہاد کر کے ان کا جواب بتلاتے ہیں'' (اشرف الجواب ص ۲۸۰، دوسرا نسخہ ص ۲۷۵)

تھانوی نے مزید لکھا ہے: ''پہلے زمانہ میں نہ ہوائی جہاز تھا نہ فقہاءؒ اس کو جانتے تھے۔ نہ کوئی حکم لکھا۔'' (اشرف الجواب ص ۲۸۱، دوسرا نسخہ ص ۲۷۶)

قارئین کرام! آپ ماسٹر امین کا دعویٰ دیکھیں اور فقہ حنفی کا ایک مفتی بہ قول بھی ملاحظہ فرمالیں۔

عبدالشکور فاروقی لکھنوی نے لکھا ہے: ''اگر کوئی مرد اپنا خاص حصہ اپنے ہی مشترک حصہ میں داخل کرے تو اس پر غسل فرض نہ ہوگا۔'' (علم الفقہ ص ۱۱۹، جن صورتوں میں غسل فرض نہیں ہوتا)

کیا یہ مسئلہ انسانی زندگی کا مسئلہ ہوسکتا ہے؟! جواب دیں!!

۲۳) امین اوکاڑوی نے لکھا ہے: ''سب سے پہلی کتاب تقلید کے رد میں میاں نذیر حسین صاحب نے لکھی،'' (تجلیات صفدر ۳/ ۵۰۰)

حالانکہ امام ابو محمد القاسم بن محمد بن القاسم القرطبی البیانی رحمہ اللہ (متوفی ۲۷۶ھ) نے تقلید کے رد میں: ''کتاب الایضاح فی الرد علی المقلدین'' لکھی۔

(سیر اعلام النبلاء ۱۳/ ۳۲۹ ت ۱۵۰، دین میں تقلید کا مسئلہ ص ۳۹)

بلکہ امین اوکاڑوی نے لکھا ہے: ''یہی آزادی اور خود اجتہادی شیخ کے دوسرے ہم عصر شیخ محمد معین ٹھٹھوی ۱۱۶۲ھ میں پیدا ہوگئی، کیونکہ خربوزے کو دیکھ کر خربوزہ رنگ پکڑتا ہے۔ انھوں نے رفع یدین کے اثبات میں رسالہ لکھا، بلکہ کھل کر تقلید کے رد میں ایک کتاب ''دراسات اللبیب'' نامی کتاب لکھی۔'' (تجلیات صفدر ۴/۵۱)

امین اوکاڑوی نے مزید لکھا ہے: ''ان ہی شیخ ابوالحسن کے شاگرد اور محمد معین ٹھٹھوی کے ہم عصر شیخ محمد حیات سندھی (۱۱۶۳ھ) تھے وہ بھی تقلید کو خیر باد کہہ گئے اور تقلید کے خلاف ایک رسالہ ''الایقاف علی سبب الاختلاف'' لکھ دیا۔'' (تجلیات صفدر ۴/۵۱)

اس عبارت میں اوکاڑوی نے محمد معین کی وفات ۱۱۶۲ھ اور محمد حیات کی وفات ۱۱۶۳ھ تسلیم کر لی، لہٰذا اوکاڑوی کا جھوٹ اوکاڑوی کی اپنی ہی کتاب سے ثابت ہو گیا، کیونکہ محمد حیات سندھی رحمہ اللہ جن کی وفات ۱۱۶۳ھ میں ہوئی، سید نذیر حسین محدث دہلوی رحمہ اللہ کی پیدائش سے بھی پہلے وفات پا گئے تھے اور امین اوکاڑوی نے سید نذیر حسین رحمہ اللہ کی کتاب کے متعلق خود لکھا ہے: ''یہ کتاب معیار الحق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ۱۲۸۷ سال بعد ۱۲۹۷ھ میں لکھی گئی۔ میاں نذیر حسین دہلوی ۱۲۲۰ھ میں صوبہ بہار کے ضلع مونگیر کے ایک گاؤں سورج گڑھ میں پیدا ہوئے۔'' (تجلیات صفدر ۳/۳۸۸)

اپنے ہی قلم سے خود اپنی تکذیب کی یہ بہت بڑی مثال ہے۔

۲۴) مشہور اہل حدیث مناظر قاضی عبدالرشید ارشد حفظہ اللہ نے امین اوکاڑوی سے سوال کیا: ''مولوی صاحب ایمانداری کی بات ہے مسجد میں بیٹھے ہوئے ہیں کتاب میں سے دکھا دیں کہ مرزا قادیانی سے نصرت کا نکاح اس کے دعویٰ نبوت کے بعد ہوا ہے۔''

(فتوحات صفدر ۱/۱۹۱، دوسرا نسخہ ۱/۱۶۶)

اس کے جواب میں ماسٹر امین اوکاڑوی نے کہا: ''اس کے دعوی نبوت کے بعد ہوا۔''

(فتوحات صفدر ۱/۱۹۱، دوسرا نسخہ ۱/۱۶۶)

یہ ماسٹر امین اوکاڑوی کا بالکل جھوٹ ہے، اس کا کوئی ثبوت آل دیوبند کے پاس نہیں۔

۲۵) ماسٹر امین اوکاڑوی نے کہا: ''میں ہر صدی میں اپنی نماز کی کتاب دکھا سکتا ہوں''

(فتوحاتِ صفدر ۱/ ۴۶۱ طبع دوم)

یہ ماسٹر امین اوکاڑوی کا بالکل جھوٹ ہے۔ اپنی زندگی میں امین اوکاڑوی تعلیم الاسلام اٹھائے پھرتا تھا جو انگریز کے دور میں لکھی گئی تھی۔ اگر کوئی دیوبندی ماسٹر امین کی بات کو جھوٹ نہیں سمجھتا تو اسلام کی پہلی صدی میں لکھی گئی کوئی ایسی کتاب دکھائیں جس میں تعلیم الاسلام کی طرح نماز کے فرائض، واجبات، سنتیں، مستحبات، مفسدات اور مکروہات کی تفصیل لکھی ہوئی ہو۔ میں یقین سے کہتا ہوں کہ دیوبندی اس کے لئے جتنی بھی کوشش کر کے دیکھ لیں، وہ ناکام ہی رہیں گے۔ ان شاء اللہ

۲۶۔۲۷) محمد بن اسحاق کی فاتحہ خلف الامام کی حدیث پر بحث کرتے ہوئے امین اوکاڑوی نے اہل حدیث سے مخاطب ہو کر کہا: ''اور محمد بن اسحاق کے بارے میں یہ بھی مان لیا کہ وہ تحدیث کرے تو وہ حجت ہے۔ ترمذی اور ابو داؤد میں محمد بن اسحاق کا حدثنا نہیں ہے۔ اس لئے صحاح ستہ میں سے تو ایک حدیث بھی صحیح نہیں ملی۔ صرف دارقطنی سے پیش کی ہے اور وہ بھی شاذ ہے محمد بن اسحاق کے سولہ شاگردوں میں سے صرف ایک ابراہیم بن سعد تحدیث کرتا ہے۔ پندرہ شاگرد تحدیث بیان نہیں کرتے۔ اصول حدیث میں اس کو شاذ کہا جاتا ہے۔'' (فتوحات صفدر ۳/ ۲۲۹)

حالانکہ صحیح ابن حبان میں اسمٰعیل بن علیہ عن محمد بن اسحاق حدثنی مکحول ہے۔

(صحیح ابن حبان، الاحسان ح ۱۷۸۵)

لہٰذا یہ ماسٹر امین اوکاڑوی کا جھوٹ ہے اور دوسرا جھوٹ یہ ہے کہ ''اصول حدیث میں ایسی روایت کو شاذ کہا جاتا ہے'' حالانکہ اصول حدیث میں ایسی روایت کو شاذ نہیں کہا جاتا بلکہ ثقہ راوی کی زیادت مقبول ہوتی ہے۔

۲۸) امین اوکاڑوی نے کہا: ''جیسا کہ نبی اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ بدعتی کی نشانی یہ ہے کہ جو اس کی خواہش کے مطابق بات کہے تو اس کو مان لے۔''

(فتوحات صفدر ۳/۲۰۵)

ہمیں حدیث کی کسی کتاب میں یہ حدیث نہیں ملی۔

۲۹) امین اوکاڑوی نے کہا: ''عجیب بات ہے کہ فرضیت ثابت کرنے کے لئے باقی سارے فرض خدا نے قرآن میں بیان کئے ہیں، کہ سجدہ کرو، رکوع کرو۔ لیکن یہ ایک ایسا انوکھا فرض ہے کہ نہ خدا نے قرآن میں بیان کیا کہ جو امام کے پیچھے فاتحہ نہ پڑھے اس کی نماز نہیں ہوتی۔'' (فتوحات صفدر ۳/۲۲۵۔۲۲۶)

یہ امین اوکاڑوی کا جھوٹ ہے، کیونکہ آل دیوبند کے نزدیک ''نماز کی نیت فرض ہے''

(نماز مدلل ص ۹۰)

اور فیض احمد ملتانی نے اس فرض کو قرآن کی بجائے حدیث سے ثابت کیا ہے۔

نیز آلِ دیوبند کے نزدیک قعدہ اخیرہ میں التحیات پڑھنے کی مقدار بیٹھنا فرض ہے۔

(دیکھئے تعلیم الاسلام ص ۱۳۲، دوسرا نسخہ ۳/۹۲)

آل دیوبند کا یہ فرض بھی قرآن سے ثابت نہیں۔

۳۰) حدیث ''و إذا قرأ فانصتوا'' کے متعلق امین اوکاڑوی نے لکھا ہے:

''یہ روایت ابوعوانہ میں ہے اس متن کے ساتھ امام مسلمؒ نے نقل کر کے لکھا ہے۔ انما وضعت ها هنا ما اجمعوا عليه میں نے جو حدیث یہ لکھی ہے اس کے صحیح ہونے پر محدثین کا اتفاق ہے۔'' (فتوحات صفدر ۱/۲۸۷، دوسرا نسخہ ۱/۲۵۳)

اوکاڑوی نے ایک اور جگہ لکھا ہے: ''و إذا قرا فانصتوا اور جب امام قرآن پڑھے تو اے مقتدیو! تم خاموش رہو۔ اس حدیث پر امام مسلم نے خاص طور پر تحریر فرمایا کہ یہ جملہ جو میں نے روایت کیا ہے اس کے صحیح ہونے پر محدثین کا اجماع ہے'' (تجلیات صفدر ۱/۴۲۷)

حالانکہ امام مسلم رحمہ اللہ کا جو قول امین اوکاڑوی نے نقل کیا ہے وہ صرف اس حدیث کے متعلق نہیں بلکہ صحیح مسلم کی تمام احادیث کے متعلق ہے، لہٰذا امین اوکاڑوی کا امام مسلم رحمہ اللہ کے قول کو صرف اس حدیث پر چسپاں کرنا جھوٹ ہے اور یاد رہے کہ اوکاڑوی کے

نزدیک صحیح مسلم میں ضعیف روایات بھی ہیں۔ دیکھئے تجلیات صفدر (۶۲۳/۴ سطر نمبر ۱۲)

۳۱) امین اوکاڑوی نے کہا: ''اب جو مسلمانوں میں اختلافات ہوں گے وہ کس قسم کے ہوں گے۔ تو اس کے بارے میں رسول اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے چودہ سو سال قبل فرما دیا کہ وہ سنت اور بدعت کا اختلاف ہوگا۔'' (فتوحات صفدر ۲۷۶/۳)

یہ روایت امین اوکاڑوی نے خود وضع کی ہے، نیز اب جو اختلافات خود علمائے دیوبند کے درمیان ہوئے ہیں، جن کی کچھ تفصیل میرے مضامین ''دیوبندی بنام دیوبندی'' میں موجود ہے، ان میں سنت پر کون ہے اور بدعت پر کون؟

۳۲) امین اوکاڑوی نے لکھا ہے:

''نہ ہی جہر بسم اللہ کسی خلیفہ راشد یا اکابر صحابہ سے ثابت ہے۔'' (تجلیات صفدر ۱۹۱/۶)

یہ ماسٹر امین اوکاڑوی کا جھوٹ ہے، کیونکہ عبدالرحمٰن بن ابزی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے عمر رضی اللہ عنہ کے پیچھے نماز پڑھی تو انھوں نے بسم اللہ جہراً (اونچی آواز سے) پڑھی۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ۴۱۲/۱ ح ۷۵۷، معانی الآثار للطحاوی ۱۳۷/۱، وسندہ صحیح، الحدیث حضرو: ۸ ص ۲۹)

۳۳) امین اوکاڑوی نے لکھا ہے: ''خیر القرون کے بعد اجتہاد ختم ہو گیا، اب سب اہل سنت مقلدین ہی گزرے'' (تجلیات صفدر ۴۹/۲)

یہ ماسٹر امین اوکاڑوی کا صریح جھوٹ ہے، کیونکہ امین اوکاڑوی نے تجلیات صفدر (ج ۲ ص ۱۰۸۔۱۰۹) میں ساٹھ (۶۰) حدیث کی کتابوں کی فہرست دے کر لکھا ہے: ''ان کتابوں کے مؤلفین یا تو اہل سنت مجتہدین ہیں یا اہل سنت مقلدین۔'' (تجلیات صفدر ۱۰۹/۲)

اور جن کتابوں کی فہرست امین اوکاڑوی نے دی ہے، ان میں پچاس (۵۰) نمبر پر المحلی لابن حزم ۴۵۷ھ کو نقل کیا ہے۔ اور حافظ ابن حزم رحمہ اللہ کے متعلق خود امین اوکاڑوی نے لکھا ہے: ''ابن حزم غیر مقلد'' (تجلیات صفدر ۵۹۲/۲)

نیز انور شاہ کشمیری دیوبندی سے ایک اہل حدیث عالم نے پوچھا: ''کیا آپ ابوحنیفہؒ کے مقلد ہیں؟ تو (انور شاہ کشمیری نے) فرمایا نہیں۔ میں خود مجتہد ہوں اور اپنی تحقیق پر عمل

کرتا ہوں'' (بیس بڑے مسلمان ص ۳۸۲)

مزید تفصیل کے لئے دیکھئے حافظ زبیر علی زئی حفظہ اللہ کا مضمون سلف صالحین اور تقلید (الحدیث، شمارہ: ۷۶۔۷۷)

عرض ہے کہ اگر اجتہاد کا دروازہ ختم ہو گیا تھا تو پھر مذکورہ مجتہدین کہاں سے آگئے؟!

۳۴) امین اوکاڑوی نے لکھا ہے: ''آئمہ اربعہ نے مکمل مسائل کو عام فہم اور آسان ترتیب سے مدون کروایا'' (تجلیات صفدر ۲/ ۵۰)

یہ امین اوکاڑوی کا جھوٹ ہے، کیونکہ خود آل دیوبند کے ''حکیم الامت'' اشرف علی تھانوی نے لکھا ہے: ''بہت سے مسائل ایسے ہیں کہ ان کا جواب کتب فقہ میں مذکور نہیں نہ آئمہ مجتہدین سے کہیں منقول۔'' (اشرف الجواب ص ۲۸۱، دوسرا نسخہ ص ۲۷۶ فقرہ نمبر ۹۷)

انور شاہ کشمیری نے کہا ہے: جو یہ خیال کرتا ہے کہ سارا دین فقہ میں ہے اس سے باہر کچھ نہیں وہ راہ صواب سے ہٹا ہوا ہے۔ (دیکھئے فیض الباری ۲/ ۱۰)

آل دیوبند فرائض کی آخری دو رکعتوں میں سورۃ فاتحہ پڑھنے کے بارے میں اتفاق نہ کر سکے۔ کوئی واجب کہتا ہے، کوئی سنت اور کوئی مستحب۔

تفصیل کے لئے دیکھئے میرا مضمون ''دیوبندی بنام دیوبندی'' (الحدیث حضرو: ۶۲ ص ۲۰)

۳۵) امین اوکاڑوی نے لکھا ہے: ''اس ملک میں سب حنفی تھے اور امام صاحبؒ کے مقلد'' (تجلیات صفدر ۲/ ۱۴۲)

یہ ماسٹر امین اوکاڑوی کا جھوٹ ہے، کیونکہ ابو بکر غازیپوری دیوبندی نے لکھا ہے:

''ہندوستان میں شوافع بھی شروع سے رہے ہیں'' (ارمغان حق ۱/ ۱۲۵)

نیز امین اوکاڑوی نے خود لکھا ہے: ''چنانچہ ۹۲ھ میں محمد بن قاسم رحمہ اللہ ثقفی کی سرکردگی میں اسلامی فوج سندھ پر حملہ آور ہوئی اور ۹۵ھ میں سندھ مفتوح ہو گیا۔'' (تجلیات صفدر ۱/ ۱۲۱)

حالانکہ ۹۲ھ میں کسی کو بھی حنفی مقلد نہیں کہا جاتا تھا۔

۳۶) امین اوکاڑوی نے کہا: ''آخر تقلید شخصی پر اجماع ہو گیا''

(فتوحات صفدر ۱/۸۴ طبع دوم مکتبہ امدادیہ ملتان)

یہ ماسٹر امین اوکاڑوی کا جھوٹ ہے اور اس کے برعکس آل دیوبند کے حکیم الامت اشرف علی تھانوی نے کہا: ''مگر تقلید شخصی پر تو کبھی اجماع بھی نہیں ہوا۔'' (تذکرۃ الرشید ۱/۱۳۱)

۳۷) امین اوکاڑوی نے لکھا ہے: ''جس طرح ہماری توحید ہے کہ صرف ایک اللہ کو ماننا باقی سب کا انکار، اسی طرح ہماری رفع یدین ہے کہ صرف ایک جگہ کا اثبات اور باقی ہر جگہ کی نفی۔'' (تجلیات صفدر ۲/۳۴۱)

یہ ماسٹر امین اوکاڑوی کا جھوٹ ہے، کیونکہ نماز وتر میں یہ لوگ پہلی رفع یدین کے علاوہ تیسری رکعت میں بھی رفع یدین کرتے ہیں اور نماز عیدین میں پہلی رفع یدین کے علاوہ چھ (٦) دفعہ مزید رفع یدین کرتے ہیں۔

۳۸) امین اوکاڑوی نے محمد بن اسحاق رحمہ اللہ کی فاتحہ خلف الامام والی حدیث پر بحث کرتے ہوئے لکھا ہے: ''پھر امام ترمذیؒ نے اس کے بعد حدیث منازعت لا کر اس کا نسخ واضح کر دیا ہے'' (تجلیات صفدر ۲/۳۸۲)

یہ امین اوکاڑوی کا صریح جھوٹ ہے، کیونکہ امام ترمذی رحمہ اللہ نے حدیث منازعت کے بعد لکھا ہے: ''**و لیس في هذا الحدیث ما یدخل من رأی القرأة خلف الإمــــام**'' اس حدیث میں ایسی کوئی بات نہیں جو قراءت خلف الامام کے قائل پر رد کیا جا سکے۔ (دیکھئے جامع ترمذی مع العرف الشذی ص ۷۱)

یعنی اس حدیث سے اس شخص پر کوئی اعتراض نہیں ہو سکتا جو کہتا ہے کہ امام کے پیچھے قراءت درست ہے۔

۳۹) امین اوکاڑوی نے لکھا ہے: ''آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سجدوں کے وقت بھی رفع یدین کیا کرتے تھے:.....

(۲) حدیث وائل بن حجرؓ (ابو داؤد ص ۱۰۷ ج ۱، طیالسی، طحاوی شریف، دارقطنی، مؤطا محمد) '' (تجلیات صفدر ۲/۴۰۱)

حالانکہ محمد بن حسن شیبانی کی طرف منسوب موطا میں سیدنا وائل بن حجر رضی اللہ عنہ کی حدیث میں سجدوں کے وقت رفع یدین کا کوئی ثبوت نہیں اور کسی کتاب کا غلط حوالہ دینا اوکاڑوی کے نزدیک جھوٹ ہوتا ہے۔ دیکھئے تجلیات صفدر (۲۳۴/۲)

۴۰) امین اوکاڑوی نے لکھا ہے: ''کتب صحاح ستہ میں سے ایک بھی ایسی کتاب پیش نہیں کی جاسکتی جس میں ترک رفع یدین کی حدیث پہلے ہو اور رفع یدین کی حدیث بعد میں ہو۔'' (تجلیات صفدر ۴۳۳/۲)

یہ امین اوکاڑوی کا صریح جھوٹ ہے، کیونکہ جامع ترمذی میں سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی رفع یدین والی حدیث اور سیدنا ابوحمید ساعدی رضی اللہ عنہ کی رفع یدین والی حدیث بعد میں ہے اور نسائی میں بھی سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کی چار مقامات پر رفع یدین والی حدیث (نسائی ۳۹۳/۱، نسخہ وحید الزمان اور درسی نسخہ ج ۱ ص ۱۷۶ ح ۱۸۳) بعد میں اور ترک رفع یدین کی ضعیف روایت نسائی (ج ۱ ص ۳۴۳ اور ص ۳۵۲، نسخہ وحید الزمان اور درسی نسخہ ج ۱ ص ۱۵۸ ح ۱۰۲۷) میں پہلے ہے۔ اور سیدنا وائل بن حجر رضی اللہ عنہ کی رفع یدین والی حدیث نسائی (ج ۱ ص ۱۴۷ نسخہ وحید الزمان اور درسی نسخہ ج ۱ ص ۱۸۶ ح ۱۲۶۶) میں موجود ہے۔

۴۱) امین اوکاڑوی نے لکھا ہے: ''اہل سنت والجماعت حنفی صرف ایک اجماعی رفع یدین کرتے ہیں اور پوری نماز میں کسی بھی جگہ اختلافی رفع یدین نہیں کرتے''

(تجلیات صفدر ۴۴۱/۲)

دوسری جگہ لکھا ہے: ''یاد رہے کہ اہل سنت والجماعت حنفی اسی اتفاقی اور اجماعی رفع یدین پر قائم ہیں، وہ اختلافی رفع یدین سے بچتے ہیں تاکہ ان کی نماز اختلاف سے محفوظ رہے۔''

(تجلیات صفدر ۴۴۰/۲)

اوکاڑوی کا یہ کہنا کہ وہ اختلافی رفع یدین سے بچتے ہیں، صریح جھوٹ ہے، کیونکہ آل دیوبند وتروں کی تیسری رکعت میں جو رفع یدین کرتے ہیں وہ اختلافی ہے اور نماز عیدین کی زائد تکبیروں کے ساتھ رفع یدین کرنے میں تو خود حنفیہ میں اختلاف ہے۔ امام ابوحنیفہ کے

شاگرد محمد بن حسن شیبانی سے عیدین کی رفع یدین کی مخالفت مروی ہے۔

دیکھئے کتاب الاصل (۳۷۴/۱۔۳۷۵)

اور امام ابوحنیفہ کے دوسرے شاگرد ابو یوسف کے متعلق آل دیو بند کے ''فخر المحدثین'' فخر الدین دیو بندی نے لکھا ہے: ''رہا تکبیرات عیدین کا معاملہ تو اول تو یہ اختلافی مسئلہ ہے، امام ابو یوسف کے یہاں رفع یدین نہیں ہے''

(غیر مقلدین کیا ہیں؟ ص ۱۵۵ جلد ا، نیز دیکھئے اشرف الہدایہ ۲/ ۳۸۳۔۳۸۴)

۴۲) امین اوکاڑوی نے حافظ زبیر علی زئی حفظہ اللہ پر الزام لگایا کہ انھوں نے ''تمام فقہاء کرام کو کذاب دجال.... لکھ کر اپنے دل کی بھڑاس نکالی ہے۔'' (تجلیات صفدر ۴/ ۲۱۸)

حالانکہ یہ صریح جھوٹ ہے، کیونکہ حافظ زبیر علی زئی حفظہ اللہ کی کسی کتاب میں بھی یہ عبارت موجود نہیں۔

۴۳) امین اوکاڑوی نے لکھا ہے: ''جس طرح منکرین سنت کے بارے میں رسول اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ان سے سوال کرنا کہ گدھا حلال یا حرام؟'' (تجلیات صفدر ۶/ ۸۹)

عرض ہے کہ ایسی کوئی حدیث ذخیرۂ حدیث میں موجود نہیں۔

۴۴) امین اوکاڑوی نے لکھا ہے: ''غیر مقلدین اپنی جماعت کے ہر فرد کو صحابہ اور مجتہدین سے افضل سمجھتا ہے اور ان کی شان میں گستاخی کرنا اپنا حق سمجھتا ہے'' (تجلیات صفدر ۷/ ۶۵)

یہ امین اوکاڑوی کا صریح جھوٹ ہے۔ امین اوکاڑوی اہل حدیث کا مخالف تھا اور خود اوکاڑوی نے لکھا ہے: ''مخالف کے بے دلیل الزامات کو سب لوگ حسد اور تعصب کا ثمرہ سمجھتے ہیں۔'' (تجلیات صفدر ۴/ ۵۳۳)

امین اوکاڑوی کے برعکس احمد علی لاہوری، جن کو دیو بندی ''رئیس المفسرین، امام الاولیاء قدوۃ السالکین'' کہتے ہیں، انھوں نے اہل حدیث کے بارے میں کہا: ''میں قادری اور حنفی ہوں۔ اہل حدیث نہ قادری ہیں اور نہ حنفی۔ مگر وہ ہماری مسجد میں ۴۰ سال سے نماز پڑھ رہے ہیں **میں ان کو حق پر سمجھتا ہوں**'' (ملفوظات طیبات ص ۱۲۶، دوسرا نسخہ ص ۱۱۵)

احمد علی لاہوری دیوبندی کے ملفوظات کے متعلق امین اوکاڑوی نے لکھا ہے:

''ان حضرات کی مجلسوں کی یاداوران حضرات کے ملفوظات ہی ایمان کی حفاظت کا ذریعہ ہیں۔'' (تجلیات صفدر ۴/۴۳۹) !!

۴۵) امین اوکاڑوی نے لکھا ہے: ''بخاری ج اص ۱۱۶ پر ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نماز کے بعد بلند آواز سے ذکر کرتے مگر غیر مقلد ذکر جہر کو بدعت کہتے ہیں''

(تجلیات صفدر ۶/۲۸۷)

یہ امین اوکاڑوی کا جھوٹ ہے، کیونکہ صحیح بخاری میں نماز کے بعد بلند آواز سے تکبیر کہنے کا جو ثبوت ہے، اہل حدیث کی مساجد میں اس پر عمل ہے۔ البتہ آل دیوبند کے ''امام'' سرفراز صفدر نے اپنی تائید میں لکھا ہے: ''امام ابوحنیفہؒ نے فرمایا کہ بلند آواز سے ذکر کرنا بدعت ہے'' (حکم الذکر بالجہر ص ۲۸)

اوکاڑوی نے خود لکھا ہے: ''اکثر امت کے نزدیک دعاوذکر بالجہر بدعت ہے۔''

(تجلیات صفدر ۳/۱۵۱)

۴۶) امین اوکاڑوی نے لکھا ہے: ''مولوی بشیر الرحمٰن غیر مقلد گوجرانوالہ نے یہاں تک کہہ دیا تھا کہ اگر اختلافات ختم کرنے ہیں تو بخاری کو آگ لگانی پڑے گی (آتش کدہ ایران)''

(تجلیات صفدر ۶/۳۰۲)

اہل حدیث عالم مولانا محمد داود ارشد حفظہ اللہ نے اس بہتان کا جواب دیتے ہوئے لکھا ہے: ''اولاً تو یہ سارا واقعہ بیہودہ بکواس ہے جماعت اہل حدیث پر صریحاً بہتان ہے۔ ربِّ محمد صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمِ کی قسم یہ سیاہ کالا جھوٹ ہے'' (حدیث اور اہل تقلید ۱/۱۴۶)

اس قصے کو بیان کرنے والا شخص اختر کاشمیری منکرِ حدیث گروپ سے تعلق رکھتا تھا۔

مزید تفصیل کے لئے دیکھئے حدیث اور اہل تقلید (ج اص ۱۴۶)

۴۷) امین اوکاڑوی نے اہل حدیث کے متعلق لکھا ہے: ''اس فرقہ کی سب سے بڑی بزدلی یہ بھی ہے کہ ان کے اصل مدمقابل منکرین حدیث ہیں لیکن یہ کبھی ان سے مناظرہ

نہیں کرتے“ (تجلیات صفدر ۵/۱۶۹)

اہلِ حدیث کے منکرین حدیث سے متعدد مناظرے ہوئے، مثلاً حافظ محمد ابراہیم سیالکوٹی کا عبداللہ چکڑالوی سے مناظرہ ہوا تھا۔

(دیکھئے ماہنامہ محدث لاہور، اشاعت خاص ج ۳۴ شمارہ: ۸۔۹ بمطابق اگست ستمبر ۲۰۰۲ء ص ۲۴۲)

۴۸) امین اوکاڑوی نے لکھا ہے: ”آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا کرتے تھے کہ عورتوں کو مسجد میں آنے سے نہ روکو مگر حضرت عمرؓ اور حضرت عائشہؓ نے روک دیا، آج ساری امت کا عمل اسی پر ہے، یہی تقلیدِ شخصی ہے۔“ (تجلیاتِ صفدر ۶/ ۲۲۷)

اوکاڑوی کا یہ کہنا: ”حضرت عمرؓ اور حضرت عائشہؓ نے روک دیا“ ”آج ساری امت کا عمل اسی پر ہے“ ”یہی تقلیدِ شخصی ہے“ یہ سب جھوٹ بلکہ صریح جھوٹ ہے۔ آج بھی بعض دیوبندی عورتیں تراویح وغیرہ پڑھنے کے لئے مسجدوں میں جاتی ہیں اور مسجد حرام و مسجد نبوی میں بھی عورتیں جاتی ہیں، نیز اگر ساری امت کا عمل ہوتا تو اجماع کہلاتا نہ کہ تقلیدِ شخصی۔

آلِ دیوبند کو چاہئے کہ خلیفہ راشد رضی اللہ عنہ سے صحیح سند کے ساتھ عورتوں کو مسجد سے روکنے کا حکم ثابت کریں۔

۴۹) امین اوکاڑوی نے لکھا ہے: ”امام حسن بصریؒ کی مرسلات بالاتفاق حجت ہیں“

(تجلیات صفدر ۳/۱۹۱)

یہ بالاتفاق کا دعویٰ بالکل جھوٹ ہے۔ آل دیوبند کے ”امام“ سرفراز صفدر نے حسن بصری کی ایک مرسل روایت کو رد کرتے ہوئے لکھا ہے: ”جب اس کی سماعت ہی صحیح نہیں اور ارسال و تدلیس کا سنگین الزام بھی ان پر عائد کیا گیا ہے۔ تو اصول حدیث کی رو سے یہ روایت کیسے صحیح ہو سکتی ہے؟ اور اس سے احتجاج کیونکر جائز ہوگا؟“ (ازالۃ الریب ص ۲۳۷)

ابن سعد نے حسن بصری کے بارے میں قالوا کے لفظ سے طویل کلام نقل کرتے ہوئے فرمایا: ”و ما أرسل من الحدیث فلیس بحجة“ اور وہ جو حدیث مرسل بیان کرے تو وہ حجت نہیں۔ (طبقات ابن سعد ۷/۱۵۸، تہذیب الکمال ۲/۱۲۱، تہذیب التہذیب ۱/۳۸۹)

۵۰) امین اوکاڑوی نے لکھا ہے: ''بخاری میں بیوی کی دبر زنی کو قرآنی حکم کہا گیا ہے،''

(تجلیات صفدر ۲/۲۰۱)

یہ امین اوکاڑوی کا امام بخاری رحمہ اللہ پر صریح جھوٹ ہے۔ جب احمد سعید ملتانی مماتی دیوبندی نے امام بخاری رحمہ اللہ پر یہ گندا الزام لگایا تو حیاتی دیوبندیوں کی طرف سے محمد عمر قریشی دیوبندی نے اس کا زبردست رد لکھا۔

دیکھئے عادلانہ جواب (ص ۲۱۱ تا ۲۱۶، دوسرا نسخہ ص ۱۷۴۔۱۷۹)

اس کتاب پر تقریباً بیس پچیس علمائے دیوبند کی تقریظیں ہیں اور اس کتاب میں لکھا ہوا ہے:

''امام بخاری عورت سے غیر فطری عمل کے جواز کے قائل نہ تھے''

(عادلانہ جواب ص ۲۱۵، دوسرا نسخہ ص ۱۷۸)

امام بخاری رحمہ اللہ کو بدنام کرنے والوں کے خلاف عمر قریشی دیوبندی نے شاہ ولی اللہ کا قول اس طرح لکھا ہے: ''حجۃ الاسلام والمسلمین حضرت شاہ ولی اللہ فرماتے ہیں۔ صحیح بخاری و مسلم کی تمام مرفوع متصل روایات قطعی طور پر صحیح ہیں اور دونوں کتب کی سند ان کے مصنفین تک متواتر ہے۔ نیز جو ان کی توہین کرے گا وہ بدعتی ہے اور غیر مسلموں کی راہ اختیار کرنے والا ہے۔ (حجۃ اللہ البالغہ صفحہ [۱۳۴])'' (عادلانہ جواب ص ۹۵، دوسرا نسخہ ص ۵۴)

امین اوکاڑوی نے امام بخاری کو بدنام کرنے کے لئے تجلیاتِ صفدر (۲/۲۰۱) کی عبارتِ مذکورہ میں صریح جھوٹ بولا ہے۔

جب احمد سعید ملتانی نے امام بخاری رحمہ اللہ کو بدنام کرنے کے لئے کتاب لکھی تو حیاتی دیوبندیوں نے اس کے رد میں ایک کتاب ''عادلانہ جواب'' لکھی، علماء دیوبند کی ایک بڑی جماعت نے اس کتاب کی تائید و تصدیق کی، چنانچہ اسی کتاب ''عادلانہ جواب'' کی تعریف کرتے ہوئے آل دیوبند کے ''شیخ التفسیر والحدیث بقیۃ السلف حضرت مولانا'' عبدالکریم ''فاضل دارالعلوم دیوبند شریف'' نے لکھا ہے: ''دوسری مسرّت یہ کہ بخاری شریف صدیوں سے مقبول ترین کتاب کے خلاف ہرزہ سرائی کرنے والے ذلیل شخص کے

خلاف مہر سکوت توڑ دینے کی ابتدا ہوگئی ہے فللہ الحمد والشکر" (عادلانہ جواب ص ۲۱)

۵۱) امین اوکاڑوی نے لکھا ہے: "بیس رکعت تراویح میں صرف چار ہی ترویحے بنتے ہیں پانچواں ترویحہ وتر کو ساتھ ملانے سے بنتا ہے اسی لئے جن روایات میں خمس ترویحات کا لفظ آتا ہے وہاں ساتھ وتر کا بھی ذکر ہے" (تجلیات صفدر ۲۰۶/۳)

یہ ماسٹر امین اوکاڑوی کا صریح جھوٹ ہے، کیونکہ خود امین اوکاڑوی نے دوسری جگہ لکھا ہے: "حضرت ابوالحسناء سے مروی ہے کہ حضرت علیؓ نے ایک شخص کو حکم دیا کہ وہ لوگوں کو پانچ ترویحات یعنی بیس رکعات تراویح پڑھایا کرے (مصنف ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۲۹۳)"

(تجلیات صفدر ۲۵۸/۳)

لیجئے جناب خمس ترویحات کا لفظ موجود ہے جس کا معنی خود اوکاڑوی نے بیس تراویح کیا ہے، لیکن ساتھ وتر کا کوئی ذکر نہیں کیا، پس ثابت ہوا کہ چار ترویحے کو بیس رکعت کے برابر کہنا صریح جھوٹ ہے۔

۵۲) امین اوکاڑوی نے لکھا ہے: "سولہ رکعات میں تو تین ہی ترویحے بنتے ہیں"

(تجلیات صفدر ۲۰۷/۳)

یہ ماسٹر امین اوکاڑوی کا صریح جھوٹ ہے، کیونکہ اوکاڑوی نے خود لکھا ہے:

"پانچ ترویحات یعنی بیس رکعات تراویح" (تجلیات صفدر ۲۵۸/۳)

تو اس لحاظ سے سولہ رکعات میں چار ترویحے بنتے ہیں نہ کہ تین۔

ماسٹر امین اوکاڑوی نے بچوں کو گنتی سکھاتے سکھاتے خود ہی گنتی بھلا دی۔

۵۳) امین اوکاڑوی نے لکھا ہے: "تمام امت کا اتفاق ہے کہ بیس رکعت پر عہد صحابہ میں اجماع ہوگیا تھا، اُمت کے فقہاء اور محدثین میں سے کسی نے اس کا انکار نہیں فرمایا مگر غیر مقلدین نے اس کا بھی انکار کردیا ہے۔" (تجلیات صفدر ۲۵۱/۳)

حالانکہ عینی حنفی، علامہ سیوطی، امام ترمذی اور امام قرطبی نے تعداد رکعات تراویح کو اختلافی مسئلہ قرار دیا۔

تفصیل کے لئے دیکھئے مقالات (ج ۲ ص ۴۰۸۔۴۰۹، از حافظ زبیر علی زئی حفظہ اللہ)

نیز آئمہ اربعہ میں سے کسی ایک سے بھی یہ دعویٰ باسند صحیح ثابت نہیں۔

اوکاڑوی کے اس جھوٹ کی مزید حقیقت جاننے کے لئے دیکھئے ''تعداد رکعات قیامِ رمضان کا تحقیقی جائزہ'' (ص ۸۴)

۵۴) امین اوکاڑوی نے لکھا ہے: ''حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ کی تقلید شخصی میں تمام صحابہ کرامؓ نے حضرت عثمانؓ کے ہاتھ پر بیعت فرمائی۔'' (تجلیات صفدر ۳/۵۸۱)

امین اوکاڑوی کی مذکورہ بات خود امین اوکاڑوی کی اپنی ہی تحریر کی رو سے جھوٹ ہے، کیونکہ امین اوکاڑوی نے خود لکھا ہے: ''مجتہد پر اجتہاد واجب ہے اور اپنے جیسے مجتہد کی تقلید حرام ہے۔ ہاں اپنے سے بڑے مجتہد کی تقلید جائز ہے یا نہیں، تو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ جواز کے قائل ہیں اور حضرت علی رضی اللہ عنہ عدم جواز کے۔'' (تجلیات صفدر ۳/۴۳۰)

اب اگر دیوبندی کہیں کہ سیدنا عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ اور سیدنا علی رضی اللہ عنہ برابر کے مجتہد ہیں تو اوکاڑوی اصول کے مطابق اپنے جیسے مجتہد کی تقلید حرام ہے تو پھر سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے سیدنا عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کی تقلید کیسے کر لی؟ اگر دیوبندی یہ کہیں کہ سیدنا عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ، سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے بڑے مجتہد تھے تو پھر بھی سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے نزدیک ان کی تقلید جائز نہیں تھی۔ پس اوکاڑوی کا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو مقلد کہنا صریح جھوٹ ہے۔

۵۵) امین اوکاڑوی نے اہل حدیث کے متعلق لکھا ہے: ''امام بخاریؒ نے بخاری شریف میں تین طلاق سے تین کے وقوع کا جو باب باندھا ہے۔ اس کی طرف دیکھنا بھی گوارا نہیں کرتے۔'' (تجلیات صفدر ۳/۶۱۶)

یہ امین اوکاڑوی کا جھوٹ ہے، کیونکہ امام بخاری رحمہ اللہ نے تین طلاق کے جواز کا باب باندھا ہے نہ کہ وقوع کا اور وہ باب شافعیوں کو فائدہ دیتا ہے، حنفیوں کے خلاف ہے۔

۵۶) امین اوکاڑوی نے حافظ عبداللہ بہاولپوری رحمہ اللہ کو بدنام کرنے کے لئے لکھا ہے: ''صحابہؓ کرام کو بدعتی اور آئمہ عظام کو اندھے امام لکھتا ہے (رسالہ رفع یدین ص ۴۰ از

پروفیسر عبداللہ بہاول پوری)'' (تجلیات صفدر ۳/۶۲۰)

یہ امین اوکاڑوی کا صریح جھوٹ ہے۔ تفصیل کے لئے دیکھئے میرا مضمون:

''حافظ عبداللہ بہاولپوری رحمہ اللہ پر بہت بڑا بہتان'' (الحدیث حضرو: ۹ ص ۲۸)

۵۷) امین اوکاڑوی نے لکھا ہے: ''زبیر علی زئی نامی غیر مقلد کا بیان ہے کہ دور فاروقی میں مسجد نبوی میں جو نماز تراویح پڑھی جاتی رہیں اور باجماع امت جس پر استقرار ہوا'' وہ نہ تو خلیفہ کا حکم تھا نہ خلیفہ کا عمل، نہ خلیفہ کے سامنے لوگوں کا عمل (تعداد قیام رمضان ص ۲۳)''

(تجلیات صفدر ۴/۱۹۱)

یہ امین اوکاڑوی کا صریح جھوٹ ہے، اس طرح کا بیان حافظ زبیر علی زئی حفظہ اللہ نے کبھی نہیں دیا۔

حافظ زبیر علی زئی حفظہ اللہ کی تردید کے لئے دیکھئے امین اوکاڑوی کا تعاقب (ص ۳۳)

۵۸) امین اوکاڑوی نے حافظ زبیر علی زئی حفظہ اللہ کے متعلق لکھا ہے:

''آل پیرداد کے معتمد علیہ امام طحاویؒ فرماتے ہیں جوان چاروں مذاہب سے نکل جائے وہ اہل بدعت میں سے ہے (اہل سنت نہیں) اور جہنمی ہے۔'' (تجلیات صفدر ۴/۲۲۷)

یہ امین اوکاڑوی کا جھوٹ ہے کیونکہ حافظ زبیر علی زئی حفظہ اللہ کا معتمد علیہ طحطاوی حنفی نہیں، انھوں نے طحطاوی وغیرہ کے حوالے بطور الزام پیش کئے ہیں۔

(دیکھئے امین اوکاڑوی کا تعاقب ص ۴۴)

جس طرح دیوبندی بریلویوں کے خلاف احمد رضا کے حوالے بطورِ الزام پیش کرتے ہیں۔

نیز طحطاوی کا قول بھی امین اوکاڑوی کی تحریروں کی روشنی میں جھوٹ ہے، کیونکہ بقول امین اوکاڑوی کے، امام بخاری رحمہ اللہ نے کئی مسائل میں آئمہ اربعہ کی مخالفت کی ہے۔

دیکھئے جزء القراۃ وجزرفع یدین مترجم اوکاڑوی (ص ۲۵، ۴۵، ۱۷۰۔۱۷۱، ۲۵۱)

یاد رہے کہ اوکاڑوی کے بقول کئی دن تک امام بخاری رحمہ اللہ کی قبر سے خوشبو آتی رہی۔ (جزء القراۃ مترجم اوکاڑوی ص ۱۴) !

۵۹) امین اوکاڑوی نے حافظ زبیر علی زئی حفظہ اللہ کے متعلق لکھا ہے:

''احناف کی تقلید میں چار دلائل کا قائل ہو گیا ہے'' (تجلیات صفدر ۴/۲۲۹)

یہ امین اوکاڑوی کا صریح جھوٹ ہے، کیونکہ امین اوکاڑوی نے حافظ زبیر علی زئی حفظہ اللہ کے علاوہ دوسرے اہل حدیث کا قول یوں نقل کیا ہے: ''اس حدیث کے حاصل معنی یہ ہوئے کہ دین کے اصول چار ہیں کتاب وسنت واجماع وقیاس اور جو علم ان کے سوا ہیں وہ زائد ہیں اور بے معنی ہیں (حاشیہ غزنویاں غیر مقلدین بر مشکوٰۃ ج ا ص ٦٦)''

(تجلیات صفدر ۲/۱۳۴)

اگر احناف سے اوکاڑوی کی مراد امام ابوحنیفہ کے مقلدین ہیں تو مقلدین میں سے ''مفتی'' رشید احمد لدھیانوی نے لکھا ہے: ''مقلد کے لئے قول امام حجت ہوتا ہے نہ کہ ادلہ اربعہ کہ ان سے استدلال وظیفہ مجتہد ہے۔'' (ارشاد القاری ص ۴۱۲)

یعنی مقلدینِ ''احناف'' کے دلائل چار نہیں بلکہ ایک ہے۔

٦۰) امین اوکاڑوی نے لکھا ہے: ''حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کتے کے جھوٹے برتن کو سات مرتبہ دھودو، مگر امام بخاری کتے کے جھوٹے سے وضو جائز کہتے ہیں۔''

(تجلیاتِ صفدر ٦/٢٧٦)

یہ امین اوکاڑوی کا جھوٹ ہے۔ جب اوکاڑوی جیسا اعتراض ایک مماتی دیوبندی احمد سعید ملتانی نے امام بخاری رحمہ اللہ پر کیا تو حیاتی دیوبندیوں نے اس کا زبردست جواب دیا اور ثابت کیا کہ امام بخاری رحمہ اللہ اس بات کے قائل نہیں۔

تفصیل کے لئے دیکھئے عادلانہ جواب (ص ۱۵۴۔۱۵٦)

٦۱) مفتی عبدالرحمٰن رحمانی رحمہ اللہ کی کتاب پر تبصرہ کرتے ہوئے امین اوکاڑوی نے لکھا ہے: ''اس کتاب کے پہلے صفحے پر: صلوا کما رأیتمونی اصلی۔ تم نماز اس طرح پڑھو جس طرح مجھے پڑھتے دیکھو (فرمان رسول ﷺ) مفتی رحمانی صاحب جواب ۱۴۱۸ھ میں زندہ ہیں۔ انہوں نے یقیناً رسول اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک رکعت نماز پڑھتے بھی خود نہیں دیکھا تو

کیا یہ دعویٰ جھوٹا نہیں کہ میں وہ نماز لکھ رہا ہوں جو میں نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو پڑھتے خود دیکھا۔" (تجلیات صفدر ۴/۴۷۸)

یہ امین اوکاڑوی کا صریح جھوٹ ہے، کیونکہ مفتی صاحب رحمہ اللہ نے ایسا کوئی دعویٰ کیا ہی نہیں تو دعویٰ جھوٹا کیسے ثابت ہو گیا؟ اگر کوئی دیوبندی کہے: اپنی کتاب پر مذکورہ حدیث لکھنے کا مطلب ہی یہ ہوتا ہے کہ صاحبِ کتاب کا یہ دعویٰ ہے کہ میں نے نبی ﷺ کو نماز پڑھتے ہوئے خود دیکھا ہے تو عرض ہے کہ یہی حدیث مشہور دیوبندی "مفتی" جمیل احمد نذیری کی کتاب "رسول اکرم ﷺ کا طریقہ نماز" کے ٹائٹل پر بھی لکھی ہوئی ہے اور مولوی رحیم بخش صادق آبادی کی کتاب "نماز حنفی" کے ٹائٹل پر بھی یہی حدیث لکھی ہوئی ہے۔

لہٰذا کیا اوکاڑوی کے نزدیک نذیری اور رحیم بخش دونوں جھوٹے تھے؟

نیز ان کتابوں کے مولفین کا ذکر کر کے جن سے مفتی عبدالرحمٰن رحمہ اللہ نے احادیث نقل کی ہیں، امین اوکاڑوی نے لکھا ہے:

"ان میں سے کسی ایک نے بھی ایک رکعت بھی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے نہیں پڑھی، یہ تو دعوی بالکل جھوٹا ہے کہ یہ نماز مشاہدہ پر مبنی ہے" (تجلیات صفدر ۴/۴۷۸)

لہٰذا اوکاڑوی کا ایک بات اپنی طرف سے بنا کر دوسرے کی طرف منسوب کرنا، پھر اس کو جھوٹ کہنا بذاتِ خود بہت بڑا بہتان ہے۔

۶۲) امین اوکاڑوی نے لکھا ہے: "اہل قرآن کا کہنا ہے کہ اہل حدیث متفق علیہ احادیث پر بھی عمل ضروری نہیں سمجھتے ورنہ اس حدیث پر عمل کرنے کے لئے نماز میں کسی نے بیوی کو کندھے پر بٹھایا ہو، کسی نے خنزیر کو بغل میں دبایا ہو، کسی نے کتے کو اٹھایا ہو، کسی نے خمر کا ڈرم سر پر رکھا ہو، کسی نے خون کا گھڑا، کسی نے مردار کو سینے سے چپکایا ہو مگر غیر مقلدین صرف اہل قرآن سے ڈرتے اس متفق علیہ حدیث پر عمل نہیں کرتے۔"

(تجلیات صفدر ۴/۵۰۶۔۵۰۷)

یہ امین اوکاڑوی کا صریح جھوٹ ہے، کیونکہ مذکورہ باتیں کسی متفق علیہ حدیث میں تو کجا

کسی حدیث میں بھی نہیں۔ البتہ کتا اُٹھا کر نماز پڑھنے کا جواز فقۂ دیو بندی میں ضرور موجود ہے۔

دیکھئے تجلیات صفدر (۳۹۹/۴) اور منیر احمد منور کی کتاب: آئینہ غیر مقلدیت (ص ۱۷۹)

جہاں تک احادیث پر عمل کرنے کا دعویٰ ہے تو انوار خورشید دیو بندی نے لکھا ہے:

''حالانکہ جس قدر حدیث پر احناف عمل کرتے ہیں کوئی اور نہیں کرتا،''

(حدیث اور اہلحدیث ص ۹۸)

مجھے امید نہیں کہ کسی منکر حدیث نے بھی اہل حدیث کے خلاف ایسی باتیں کہی ہوں۔ اگر بالفرض کسی منکر حدیث نے ایسا لکھا بھی ہو تو وہ جھوٹ بولنے والا ہوگا اور امین اوکاڑوی کا اصول ہے کہ ''جھوٹوں کی روایات جھوٹے پیش کرتے ہیں۔''

(فتوحات صفدر ۱/۴۲۶، دوسرا نسخہ ۱/۳۸۸)

۶۳) اہل حدیث (یعنی اہل سنت) کے بارے میں امین اوکاڑوی نے لکھا ہے:

''و اذا قرئ القرآن کو رد کرنے کے لئے کہتے ہیں کہ سورۃ فاتحہ قرآن میں نہیں ہے۔''

(تجلیات صفدر ۴۶۷/۵)

یہ امین اوکاڑوی کا بہت بڑا جھوٹ ہے۔

اگر کسی کو یقین نہ آئے تو جو قرآن مجید سعودی حکومت کی طرف سے اہل حدیث کے ترجمہ وتفسیر کے ساتھ شائع ہوا ہے، اسے دیکھ لیا جائے۔

تنبیہ: اگر کوئی دیو بندی ترکِ قراءت کی کوئی روایت پیش کرے اور اہل حدیث کہے کہ خاص سورۂ فاتحہ کے ترک یا ممانعت کی روایت دکھاؤ، کیونکہ نبی ﷺ نے فرمایا ہے: سورۂ فاتحہ کے بغیر نماز نہیں ہوتی، تو یہ کوئی غلط بات نہیں۔ مثال کے طور پر انوار خورشید دیو بندی نے ایک حدیث اس طرح نقل کی ہے: ''حلال کئے گئے ہیں ہمارے لیے دو مردار اور دو خون یعنی مچھلی اور ٹڈی، جگر اور تلی'' (حدیث اور اہلحدیث ص ۵۸)

اب اگر کوئی شخص مچھلی یا ٹڈی کو حرام ثابت کرنے کے لئے قرآن پیش کرے کہ مردار

حرام ہے، پھر یہ سوال کرے کہ بتاؤ مچھلی اور ٹڈی مردار ہے یا نہیں؟ تو آل دیو بند بھی اسے یہی جواب دیں گے کہ ہے، لیکن پھر انھیں کہنا پڑے گا کہ خاص مچھلی یا ٹڈی کے حرام ہونے کا لفظ قرآن سے دکھاؤ، ورنہ خاص کے مقابلے میں عام دلیل پیش نہ کرو۔

تنبیہ: اشرف علی تھانوی کی تحقیق میں ایسی کوئی حدیث نہیں جس میں مقتدی کو قراءت سے منع کیا گیا ہو۔ دیکھئے تقریر ترمذی (ص ٦٨)

٦٤) امین اوکاڑوی نے لکھا ہے: ''عورتیں نماز میں امام کی شرمگاہ کو دیکھتی رہیں تو ان کی نماز نہیں ٹوٹتی (بخاری ص ٢٩٠ ج ٢)'' (تجلیات صفدر ٥/ ٤٨٧)

یہ امین اوکاڑوی کا بہت بڑا جھوٹ ہے، کیونکہ ایسی کوئی بات صحیح بخاری میں موجود نہیں۔ اس کی وضاحت ڈاکٹر ابو جابر عبداللہ دامانوی حفظہ اللہ کی کتاب: ''قرآن وحدیث میں تحریف'' (ص ٨٦ تا ٨٨) میں ملاحظہ فرمائیں۔

کسی بچے کے ستر پر اتفاقیہ طور پر نظر پڑ جانا اور ''دیکھتی رہیں'' میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔

٦٥) امین اوکاڑوی نے لکھا ہے: ''مکحول عن نافع عن عبادہ اور یہ عبادہ مجہول الحال ہے۔ (میزان الاعتدال)'' (جزء القراءۃ مترجم امین اوکاڑوی ص ١٣١)

یہ ماسٹر امین اوکاڑوی کا صریح جھوٹ ہے، کیونکہ سیدنا عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ بڑے جلیل القدر صحابی ہیں اور میزان الاعتدال میں بھی ایسی کوئی بات نہیں لکھی ہوئی کہ عبادہ مجہول الحال ہیں۔!

٦٦) امین اوکاڑوی نے اہل حدیث کے متعلق لکھا ہے: ''آپ جو سارا مہینہ آٹھ تراویح اور ایک وتر پڑھاتے ہیں ان ٩ رکعات کی بھی کوئی حدیث نہیں۔'' (تجلیات صفدر ٣/ ٢٦٥)

یہ امین اوکاڑوی کا جھوٹ ہے، اور اس کے برعکس اہلِ حدیث مساجد میں گیارہ (١١) رکعات پڑھائی جاتی ہیں۔

٦٧) امین اوکاڑوی نے لکھا ہے: ''اس سے معلوم ہوا کہ امام بخاریؒ کو مذہب حنفی سے

پوری واقفیت نہیں، فارسی میں قرأت کے جواز سے امام صاحبؒ نے رجوع فرمالیا تھا۔''

(جزالقراۃ مترجم اوکاڑوی ص ۴۲)

یہ اوکاڑوی کا جھوٹ ہے، کیونکہ رجوع والا قول ثابت نہیں، خود اوکاڑوی کے ''امام'' عبدالشکور لکھنوی فاروقی نے رجوع والے قول کا انکار کرتے ہوئے لکھا ہے:

''مگر یہ صحیح نہیں۔'' (علم الفقہ ص ۲۷۷)

۶۸) امین اوکاڑوی نے لکھا ہے: ''غیر مقلدین کی ناانصافی دیکھو کہ فاتحہ کے حکم کو واجب سے بڑھا کر فرض تک لے گئے اور مازاد علی الفاتحہ کو واجب سے گرا کر صرف درجہ جواز تک لے گئے۔ نبی پاک ﷺ کی حدیث سے ایسی اٹکھیلیاں عمل بالحدیث نہیں بلکہ انکار حدیث کا شاخسانہ ہے۔'' (جزالقراۃ ص ۱۱۴۔۱۱۵، مترجم اوکاڑوی)

فرض اور واجب کا فرق تو حنفیہ کی اختراع ہے۔ آل دیوبند کے امام سرفراز صفدر نے لکھا ہے: ''علماء احناف کثر اللہ تعالیٰ جماعتہم اگرچہ فرض اور واجب کا فرق کرتے ہیں لیکن دیگر علماء اور فقہاء کے نزدیک فرض و واجب کا ایک ہی مفہوم ہے'' (الکلام المفید ص ۲۲۸)

نیز دیکھئے درس ترمذی از تقی عثمانی دیوبندی (۲/۴۸)

مشہور صحابی سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے نزدیک لازمی صرف فاتحہ ہی کی قراءت ہے۔

مازاد علی الفاتحہ کی قراءت ان کے نزدیک صرف بہتر ہے۔

دیکھئے صحیح مسلم (۸۸۳۔۸۸۴) تفہیم البخاری علی صحیح بخاری (۱/۳۸۷)

لہٰذا امین اوکاڑوی کا اہل حدیث پر ناانصافی کا الزام جھوٹ ہے اور آل دیوبند مازاد علی الفاتحہ کی قراءت کو واجب ثابت کرنے کے لئے سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث بھی پیش کرتے ہیں۔ دیکھئے الحدیث حضرو: ۷۵ ص ۳۳

فائدہ: امام شافعی رحمہ اللہ نے فرمایا: '' و إن حديث عبادة و أبي هريرة يدلان على فرض أم القرآن و لا دلالة له فيهما و لا في واحد منهما على فرض غيرها معها . '' اور عبادہ اور ابو ہریرہ (رضی اللہ عنہما) کی حدیثیں اس پر دلالت کرتی ہیں کہ فاتحہ

فرض ہے، اوراس کے لئے ان دونوں میں یا کسی ایک میں یہ دلالت نہیں کہ اس (فاتحہ) کے ساتھ کچھ اور بھی فرض ہے۔ (کتاب الام ج ۱ ص ۱۰۳، باب من لا یحسن القرأة ... إلخ)

۶۹) امین اوکاڑوی نے لکھا ہے: ''خود امام بخاریؒ صحیح بخاری میں فرماتے ہیں کہ (حضرت ابوبکر صدیقؓ کے پوتے جو فقہاء سبع میں سے ہیں) قاسم بن محمدؒ نے کہا ہم نے لوگوں کو ہمیشہ تین ہی وتر پڑھتے پایا ہے (بخاری ج ۱ ص ۱۳۵) اب حیرانی ہے کہ اس ثابت شدہ حقیقت کے خلاف امام بخاریؒ نے محض بے سند یہ بات کیوں تحریر فرما دی کہ اہل مدینہ ایک وتر کے قائل ہیں۔'' (جزء القراۃ مترجم امین اوکاڑوی ص ۱۶۹)

امین اوکاڑوی نے اس جگہ دو چالاکیاں کی ہیں: ایک چالاکی تو یہ کی کہ ترجمہ غلط کیا اور دوسری چالاکی یہ کی کہ عبارت ادھوری نقل کی، چنانچہ اسی عبارت کا ترجمہ ظہور الباری دیوبندی نے اس طرح نقل کیا ہے: ''قاسم نے بیان کیا کہ ہم نے بہت سوں کو تین رکعت وتر پڑھتے بھی پایا ہے، سب ہی کی اجازت ہے اور مجھے امید ہے کہ ان میں سے کسی طریقہ میں بھی کوئی حرج نہ ہوگا۔'' (تفہیم البخاری علی صحیح بخاری ۱/۴۸۱)

ادھوری عبارت نقل کرنا خصوصاً وہ حصہ چھوڑ دینا جو اپنے مسلک کے خلاف ہو، عبدالغفار دیوبندی کے نزدیک جھوٹ ہوتا ہے۔ نیز ''بھی'' کو ''ہی'' بنانا بھی اوکاڑوی کا جھوٹ ہے۔

۷۰) امین اوکاڑوی نے امام بخاری رحمہ اللہ کے خلاف لکھا ہے: ''لفظ بدل ڈالا:۔ یہ حدیث جزء بخاری کے علاوہ تقریباً حدیث کی آٹھ کتابوں میں سند سے آئی ہے، ان سب میں لفظ سجدتین ہے کہ رفع یدین دو سجدوں سے اٹھ کر دوسری اور چوتھی رکعت کے شروع میں کرنا چاہئے، مگر امام بخاریؒ نے لفظ بدل کر رکعتین کر دیا۔ یہ بات امام بخاریؒ کو ہرگز زیب نہیں دیتی۔'' (جزء رفع یدین مترجم اوکاڑوی ص ۲۴۶)

امیر المومنین فی الحدیث امام بخاری رحمہ اللہ کے خلاف اوکاڑوی جیسے شخص کا یہ سنگین الزام محض جھوٹ ہے۔ کسی محدث نے بھی امام بخاری رحمہ اللہ پر یہ الزام نہیں لگایا۔

آلِ دیوبند کے ''حکیم الاسلام'' قاری محمد طیب نے کہا:

''بہر حال امام بخاریؒ کا حافظہ ان کا اتقان اور ان کا زہد وتقویٰ یہ گویا اظہر من الشمس ہے۔ ساری دنیا اس کو جانتی ہے۔'' (خطبات حکیم الاسلام ۶/ ۶۷)

آلِ دیوبند کے ''شیخ الحدیث'' فیض احمد ملتانی نے اوکاڑوی کے برعکس اذا قام من الرکعتین کی بحث میں لکھا ہے: ''حضرت علیؓ کی مرفوع صحیح حدیث سے بھی ثابت ہے۔''

(نماز مدلل ص ۱۳۸)

نیز سجدتین کا معنی دو رکعتیں بھی ہوتا ہے۔ (دیکھئے تفہیم البخاری علی صحیح بخاری ۱/ ۵۵۵، سنن ترمذی: ۳۰۴، الموطأ المنسوب الی ابن فرقد ح ۲۹۷، اور درسِ ترمذی ۲/ ۶۸)

۷۱) امین اوکاڑوی نے امام بخاری رحمہ اللہ کے خلاف لکھا ہے:

''موطا میں اذا کبر للرکوع نہیں ہے اور امام بخاریؒ نے یہ اضافہ کر لیا ہے''

(جزء رفع یدین مترجم اوکاڑوی ص ۲۷۰)

حالانکہ موطأ (روایۃ ابن القاسم الثقہ ص ۱۱۳، اور موطأ محمد بن حسن بن فرقد الشیبانی ص ۸۷) پر ''اذا کبر للرکوع'' کے الفاظ موجود ہیں، لہٰذا ماسٹر امین اوکاڑوی کا امام بخاری رحمہ اللہ جیسے محدث پر اضافے کا الزام لگانا محض جھوٹ ہے۔

۷۲) امین اوکاڑوی نے لکھا ہے: ''امام زین العابدین سے روایت ہے کہ نبی علیہ السلام نماز میں رکوع کو جاتے اور اٹھتے، سجدہ میں جاتے اور اٹھتے وقت اللہ اکبر کہتے تھے (رفع یدین نہ کرتے تھے) اور آپ ایسی ہی نماز پڑھتے رہے یہاں تک کہ آپ خدا تعالیٰ سے جا ملے۔'' (تجلیات صفدر ۲/ ۳۶۰)

بریکٹوں میں ''رفع یدین نہ کرتے تھے'' کے الفاظ خود اوکاڑوی کے اپنے اصول کے مطابق جھوٹ ہے، کیونکہ حکیم صادق سیالکوٹی رحمہ اللہ نے سبیل الرسول میں لکھا تھا:

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں، اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی پوری خلافت میں، اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ابتدائی دو برس میں (یکبارگی) تین طلاقیں ایک شمار کی جاتی تھیں۔''

(ص ۱۸۳، دیکھئے ماہنامہ الحدیث: ۲۱ص ۲۸ واللفظ لہ)

اس پر تبصرہ کرتے ہوئے امین اوکاڑوی نے لکھا ہے: ''تیسرا جھوٹ: اسی حدیث کا ترجمہ کرتے ہوئے ''یکبارگی'' کا لفظ اپنی طرف سے بڑھایا جو حدیث میں مذکور نہیں۔''

(تجلیات صفدر ۳۶/۵، مجموعہ رسائل ۱۲/۲)

حالانکہ حکیم صاحب نے ''یکبارگی'' کا لفظ بریکٹوں میں لکھا تھا۔

۷۳) امین اوکاڑوی نے لکھا ہے: ''خود حضرت ابو ہریرہؓ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد جو نماز پڑھا کرتے تھے اس میں رفع یدین نہیں کرتے تھے۔''

(تجلیات صفدر ۲۸۶/۲، مجموعہ رسائل ۱۹۱/۴)

یہ ماسٹر امین اوکاڑوی کا صریح جھوٹ ہے۔ نیز دیکھئے جزء رفع الیدین للبخاری (ح ۲۲ وسندہ صحیح) اور المخلصیات (۱۳۹/۲ ح ۱۲۲۹، وسندہ حسن)

۷۴) امین اوکاڑوی نے جزء رفع یدین للبخاری کی ایک روایت پر بحث کرتے ہوئے لکھا ہے: ''سند بھی ضعیف ہے۔ حدثنا مقاتل محض جھوٹ ہے، مقاتل سے امام بخاریؒ کا سماع ثابت نہیں کیونکہ اس کی وفات ۱۵۰ھ میں امام بخاریؒ کی پیدائش سے ۴۴ سال پہلے ہو چکی تھی، حدثنا کہنا عجیب ہے۔ اس لئے اب غیر مقلدین نے حدثنا محمد بن مقاتل بنا ڈالا''

(جزء رفع یدین مترجم امین اوکاڑوی ص ۳۲۰۔۳۲۱)

اوکاڑوی نے ایک طرف تو یہ کہا ہے کہ حدثنا مقاتل محض جھوٹ ہے، دوسری طرف لکھا ہے کہ ''اس لئے اب غیر مقلدین نے حدثنا محمد بن مقاتل بنا ڈالا'' لہٰذا اوکاڑوی کا اہلِ حدیث پر الزام محض جھوٹ ہے۔ نیز اوکاڑوی نے یہ نہیں بتایا کہ حدثنا مقاتل کہہ کر جھوٹ بولا کس نے ہے؟ اب امین اوکاڑوی تو موجود نہیں، کوئی اور دیوبندی بتائے کہ کس پر اوکاڑوی نے جھوٹ بولنے کا الزام لگایا تھا؟ اوکاڑوی کا اصول ہے کہ ''جھوٹوں کی روایات جھوٹے پیش کرتے ہیں۔'' (فتوحات صفدر ۴۲۶/۱، دوسرا نسخہ ۳۸۸/۱)

پھر اس کے بعد جزء رفع یدین للبخاری سے روایات پیش کرنے والے دیوبندیوں کی

فہرست بنائی جائے اوران دیوبندیوں کواوکاڑوی اُصول سے جھوٹا قرار دیا جائے۔

تنبیہ: حافظ زبیر علی زئی حفظہ اللہ نے لکھا ہے: ''اصل مخطوط ظاہریہ میں ''**حدثنا محمد بن مقاتل**'' ہے جبکہ ہندی مخطوطے میں ''**حدثنا مقاتل** ⊙ '' لکھا ہوا ہے جو کہ غلط ہے۔ ⊙ کا نشان بھی اس کی دلیل ہے کہ ناسخ نسخہ کو ''**حدثنا مقاتل** '' کے غلط ہونے پر یقین تھا۔'' (جزء رفع یدین للبخاری مترجم حافظ زبیر علی زئی حفظہ اللہ ص ۷۸)

۷۵) امین اوکاڑوی نے علانیہ کہا: ''حدیث کے بارے میں اللہ کے نبی ﷺ نے فرمایا جو آخری زمانہ میں آ کر حدیثوں کا نام لیں گے وہ گمراہ ہوں گے۔''

(فتوحات صفدر ۱/۱۲۰، دوسرا نسخہ ۱/۱۰۰)

حالانکہ ان الفاظ کے ساتھ یہ حدیث کسی بھی کتاب میں موجود نہیں۔ البتہ امین اوکاڑوی کی پسندیدہ کتاب: حدیث اوراہلحدیث میں انوار خورشید دیوبندی نے لکھا ہے: ''حالانکہ جس قدر حدیث پر احناف عمل کرتے ہیں کوئی اور نہیں کرتا''

(حدیث اوراہلحدیث ص ۹۸)

۷۶) امین اوکاڑوی نے کہا: ''امام ابوحنیفہؒ نے قرآن پاک میں سے، سنت میں سے اجماع امت میں سے، اجتہاد کر کے سارے مسئلے ترتیب کے ساتھ لکھ دیے ہیں۔''

(فتوحات صفدر ۱/۱۲۵، دوسرا نسخہ ۱/۱۰۵)

''لکھ دیے ہیں'' سے اوکاڑوی کی مراد ''اگر لکھوا دیے ہیں'' تو پھر بھی جھوٹ ہے کیونکہ اشرف علی تھانوی نے لکھا ہے: ''بہت سے مسائل ایسے ہیں کہ ان کا جواب کتب فقہ میں مذکور نہیں نہ آئمۂ مجتہدین سے کہیں منقول''

(اشرف الجواب ص ۲۸۱، دوسرا نسخہ ص ۲۷۶ فقرہ نمبر ۹۷)

۷۷) امین اوکاڑوی نے کہا: ''حضرت ابوہریرہؓ جو اس حدیث شریف کے راوی ہیں وہ فرمایا کرتے تھے۔ لا تفتنی بآمین میری آمین نہ رہ جائے۔ وہ فاتحہ نہیں پڑھا کرتے تھے انہیں آمین کا فکر تھا۔'' (فتوحات صفدر ۱/۴۰۹، دوسرا نسخہ ۱/۳۷۱)

یہ اوکاڑوی کا صریح جھوٹ ہے، اگر وہ فاتحہ نہیں پڑھا کرتے تھے تو پھر انھیں آمین رہ جانے کا کیوں خوف تھا؟ جب امام آمین کہتا تو وہ بھی کہہ لیتے خوف تو اسی صورت میں ہوسکتا ہے کہ مقتدی کی سورۂ فاتحہ ختم ہونے سے پہلے اگر امام نے سورۂ فاتحہ ختم کر کے آمین کہہ دی تو مقتدی اپنی سورۂ فاتحہ پڑھ کر مکمل کرے یا امام کے ساتھ آمین کہہ دے؟

نیز سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا جہری اور سری دونوں نمازوں میں مقتدی کو سورۂ فاتحہ پڑھنے کا حکم دینا آلِ دیوبند کی معتبر کتابوں سے ثابت ہے۔

جہری نمازوں کے لئے دیکھئے آثار السنن (ص ۸۹ ح ۳۵۸)

سری نمازوں کے لئے دیکھئے احسن الکلام (۱/۳۱۴، دوسرا نسخہ ۱/۳۸۸)

نیز دیکھئے الحدیث حضرو: ۳۳ ص ۱۴

۷۸) امین اوکاڑوی نے اہل حدیث کے متعلق کہا: ''یہ کہتے ہیں کہ ہر نمازی مشرک ہے۔'' (فتوحات صفدر ۲/۲۸)

یہ امین اوکاڑوی کا صریح جھوٹ ہے، یہ بات کسی بھی اہل حدیث عالم نے نہیں کہی۔

۷۹) امین اوکاڑوی نے محمد بن اسحاق کے متعلق کہا:

''دجال بھی ہے، کذاب بھی ہے۔'' (فتوحات صفدر ۳/۲۲۴)

محمد بن اسحاق کے متعلق اوکاڑوی نے مزید کہا: ''یہ وہی ہے جس نے یہودیوں عیسائیوں کی باتیں اسلام میں شامل کیں۔'' (فتوحات صفدر ۱/۳۰۸، دوسرا نسخہ ۱/۲۷۳)

اور اوکاڑوی نے اس محمد بن اسحاق کی بیان کردہ حدیث تجلیات صفدر (۲/۷۷، ۵/۳۲۹) میں پیش کر کے استدلال کیا اور خود اوکاڑوی نے محمد بن اسحاق کی حدیث سے استدلال کرنے والوں کے بارے میں کہا: ''جھوٹوں کی روایات جھوٹے پیش کرتے ہیں۔''

(فتوحات صفدر ۱/۴۲۶، دوسرا نسخہ ۱/۳۸۸)

۸۰) امین اوکاڑوی نے محمد بن حمید رازی کو تجلیات صفدر (۳/۲۲۴) میں جھوٹا ثابت کیا اور دوسرے مقام پر لکھا: ''محمد بن حمید کذاب'' (تجلیاتِ صفدر ۷/۱۷۳)

پھر خود ہی تجلیات صفدر (۶۰۱/۴) میں محمد بن حمید رازی کی روایت دارقطنی (۱۳/۳) کے حوالے سے طلاق کے متعلق پیش کر کے استدلال کیا اور اسی طرح سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب حدیث مسئلہ تراویح کے متعلق تاریخ جرجان سے پیش کی۔

(تجلیاتِ صفدر ۳/ ۲۵۷)

اور اوکاڑوی نے خود لکھا ہے: ''جھوٹوں کی روایات جھوٹے پیش کرتے ہیں۔''

(فتوحات صفدر ۱/۴۲۶، دوسرا نسخہ ۱/۳۸۸)

یعنی یہاں بھی اوکاڑوی اپنے ہی اصول کی رُو سے کذاب ثابت ہوئے۔

۸۱) امین اوکاڑوی نے تجلیات صفدر (۶۱۸/۴) میں عکرمہ رحمہ اللہ کو جھوٹا قرار دیا، پھر عکرمہ رحمہ اللہ کی روایت تجلیات صفدر (۱۱۵/۶، ۲۰۴) میں پیش کی اور اوکاڑوی کا اصول ہے: ''جھوٹوں کی روایات جھوٹے پیش کرتے ہیں''

(فتوحات صفدر ۱/۴۲۶، دوسرا نسخہ ۱/۳۸۸)

۸۲) امین اوکاڑوی نے لکھا ہے: ''اثری صاحب نے لاصلاۃ لمن لم یقرأ بفاتحۃ الکتاب بخاری ص ۱۰۴ ج ا کے حوالہ سے ذکر کی ہے مگر بخاری میں اس کی ایک ہی سند ہے جس میں زہری مدلس ہے اور عن سے روایت کر رہا ہے بہر حال بخاری کی یہ سند اثری کے اصول پر نہ صحیح ہو سکتی ہے نہ حسن۔'' (تجلیات صفدر ۹۸/۷)

یہ امین اوکاڑوی کا جھوٹ ہے، کیونکہ مولانا ارشاد الحق اثری حفظہ اللہ نے لکھا ہے:

''راقم اثیم کی تحقیق میں تو زہری کی تدلیس مضر نہیں'' (توضیح الکلام ۳۶۵/۲)

فائدہ: روایتِ مذکورہ میں امام زہری کے سماع کی تصریح صحیح مسلم (ح ۳۹۴، ترقیم دارالسلام: ۸۷۵، باب وجوب قراءة الفاتحة في كل ركعة ...) میں موجود ہے، لہٰذا یہاں تدلیس کا الزام سرے سے باطل ہے۔

۸۳) امین اوکاڑوی نے لکھا ہے: ''عبداللہ بن رافع جو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے آزاد کردہ غلام ہیں انہوں نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے نماز کے اوقات کے

بارے میں دریافت کیا تو حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا میں تمہیں بتلاتا ہوں ظہر کی نماز ادا کرو جب تمہارا سایہ تمہارے برابر ہو جائے اور نماز عصر (ادا کرو) جب تمہارا سایہ تم سے دوگنا ہو جائے۔ (موطا امام محمدؒ ص ۴۱۔۴۲)'' (تجلیات صفدر ۹۷/۵)

اوکاڑوی نے عبارت ادھوری نقل کی ہے، کیونکہ بعد میں اسی روایت میں یہ الفاظ بھی تھے: ''اور مغرب جب سورج غروب ہو جائے۔ اور عشاء تم پر تہائی رات گزارنے سے قبل۔ اگر آدھی رات سے پہلے نیند آنے لگے تو اللہ کرے تمہاری آنکھ نہ لگے۔ اور نماز فجر اندھیرے میں ادا کرو۔''

اوکاڑوی نے روایت ادھوری نقل کی ہے اور یہ روایت چونکہ اوکاڑوی کے خلاف تھی اس لئے مکمل نقل نہیں کی اور یہ کارروائی عبدالغفار دیوبندی کے نزدیک جھوٹ ہے۔
دیکھئے قافلۂ باطل (ج ۴ شمارہ ۳ ص ۵۵)

تنبیہ: اوکاڑوی نے روایتِ مذکورہ کا جو ترجمہ لکھا ہے وہ بھی غلط ہے۔
اس غلط ترجمے کے رد کے لئے دیکھئے التعلیق الممجد (ص ۴۱ حاشیہ: ۹) اور ہدیۃ المسلمین (ص ۲۲۔۲۳، ۲۵ ح ۷)

۸۴) امین اوکاڑوی نے تجلیات صفدر (۳۰۲/۲، ۴۲۳) میں سلیمان بن داود شاذکونی کی روایت پیش کی اور اوکاڑوی کی پسندیدہ کتاب احسن الکلام (۲۰۴/۱، دوسرا نسخہ ۲۵۴/۱) میں اس شاذکونی کو جھوٹا ثابت کیا گیا ہے اور اوکاڑوی کا اصول ہے: ''جھوٹوں کی روایات جھوٹے پیش کرتے ہیں۔'' (فتوحات صفدر ۴۲۶/۱، دوسرا نسخہ ۳۸۸/۱)

احسن الکلام کی تعریف کے لئے دیکھئے تجلیات صفدر (۴۶۰/۵)

۸۵) امین اوکاڑوی نے تجلیات صفدر (۳۵۰/۲) میں محمد بن سائب کلبی کی روایت پیش کی اور اوکاڑوی کے ''حضرت'' سرفراز صفدر نے ازالۃ الریب (ص ۳۱۴) میں کلبی کو جھوٹا ثابت کیا اور اوکاڑوی کا اصول ہے: ''جھوٹوں کی روایات جھوٹے پیش کرتے ہیں۔''

(فتوحات صفدر ۴۲۶/۱، دوسرا نسخہ ۳۸۸/۱)

۸۶) امین اوکاڑوی نے کتاب القراءۃ ص ۸۸ کے حوالے سے سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب کر کے لکھا ہے:

''نہ تو مقتدی جماعت کو چھوڑ کر جا سکتا ہے'' (تجلیاتِ صفدر ۴/ ۹۸)

حالانکہ کتاب القراءۃ ص ۸۸ پر سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ کا ایسا کوئی قول نہیں، لہٰذا یہ اوکاڑوی کا جھوٹ ہے، جبکہ اس کے برعکس سیدنا معاذ رضی اللہ عنہ کی اقتدا چھوڑ کر ایک صحابی رضی اللہ عنہ نے الگ نماز پڑھی تھی۔ (دیکھئے صحیح بخاری، حاشیہ علی تفہیم البخاری ۱/ ۳۶۱، اور صحیح ابن خزیمہ ۳/ ۶۴)

۸۷) اوکاڑوی نے لکھا ہے: ''مجتہدین اہل سنت کا اس پر اجماع ہے کہ نماز میں کچھ فرائض ہیں، کچھ سنن، کچھ مستحبات، کچھ چیزوں سے نماز مکروہ ہوتی ہے کچھ سے فاسد۔''

(تجلیات صفدر ۴/ ۳۰۲)

حالانکہ جب امام مالک سے پوچھا گیا: ''اے ابو عبداللہ! نماز میں کیا فرض ہے اور کیا سنت ہیں؟ یا کہا: کیا نفل ہیں؟ تو (امام) مالک نے فرمایا: زندیقوں کا کلام ہے۔ اسے باہر نکال دو۔'' (سیر اعلام النبلاء ج ۸ ص ۱۱۳، تاریخ الاسلام للذہبی ۱۱/ ۳۲۷، الحدیث حضرو: ۸۷ ص ۳۵)

لہٰذا اجماع کا دعویٰ کرنے میں اوکاڑوی نے جھوٹ بولا ہے۔

۸۸) امین اوکاڑوی نے امام بخاری رحمہ اللہ کے بارے میں لکھا ہے:

''مؤلف کے نزدیک جو امام سکتہ نہ کرے وہ بدعتی اور دوزخی ہے تو آج کے غیر مقلد امام سب کے سب بدعتی اور دوزخی ہوئے'' (جزء القراۃ مترجم اوکاڑوی ص ۵۶)

امام بخاری رحمہ اللہ نے اوکاڑوی کی بیان کردہ بات بالکل نہیں فرمائی، لہٰذا یہ عبارت اوکاڑوی کا جھوٹ ہے۔

۸۹) امین اوکاڑوی نے خود اپنے بارے میں لکھا ہے: ''میں نے کہا اس ملک میں اہل سنت والجماعت حنفی ہی اسلام لائے، قرآن لائے، سنت لائے۔'' (تجلیات صفدر ۱/ ۵۲۸)

امین اوکاڑوی کا یہ دعویٰ خود امین اوکاڑوی کی تحریر کی رو سے جھوٹ ہے، چنانچہ امین اوکاڑوی نے لکھا ہے: ''پاک و ہند میں سب سے پہلے اسلام سندھ میں آیا۔ محمد بن قاسم اور

ان کے ساتھی یہاں اسلام لائے۔'' (تجلیات صفدر ۴/ ۵۰)

دوسری جگہ اوکاڑوی نے لکھا ہے: ''چنانچہ ۹۲ھ میں محمد بن قاسم رحمہ اللہ ثقفی کی سرکردگی میں اسلامی فوج سندھ پر حملہ آور ہوئی اور ۹۵ھ تک سندھ مفتوح ہو گیا۔ یہ بصرہ سے آئے، اس وقت وہاں امام حسن بصری رحمہ اللہ (۱۱۰ھ) کی تقلید ہوتی تھی۔''

(تجلیات صفدر ۴/ ۱۲۱)

۹۰) امین اوکاڑوی نے لکھا ہے: ''حضرات آئمہ اربعہؒ سے بھی لاکھوں مسائل کے ضمن میں تواتر کے ساتھ اپنی تقلید کروانا واضح ہو گیا۔'' (تقریظ علی الکلام المفید ص م)

اس اوکاڑوی جھوٹ کے مقابلے میں عرض ہے کہ امام المزنی رحمہ اللہ نے فرمایا:

''امام شافعی رحمہ اللہ نے اپنی اور دوسروں کی تقلید سے منع فرما دیا ہے'' (الام مختصر المزنی ص ۱)

امام شافعی نے فرمایا: ''اور میری تقلید نہ کرو۔'' (آداب الشافعی ص ۵۱، دین میں تقلید کا مسئلہ ص ۳۸)

۹۱) امین اوکاڑوی نے لکھا ہے: ''جو نعرہ شیطان نے لگایا تھا انا خیر منه وہی نعرہ آج ہر غیر مقلد کا کیوں ہے آپ صحابہ رضی اللہ عنہم کے اقوال پیش کریں تو وہ کہتا ہے انا خیر منه۔''

(تجلیاتِ صفدر ۶/ ۴۷۴)

یہ اوکاڑوی کا صریح جھوٹ ہے، نیز اوکاڑوی کے ''شیخ الہند'' محمود حسن دیوبندی نے کہا:

''ایک صحابی کا قول حنفیہ پر حجت نہیں ہو سکتا'' (تقاریر شیخ الہند ص ۴۳)

۹۲) امین اوکاڑوی نے حافظ ذہبی کی کتاب مناقب الامام ابی حنیفہ سے امام ابوحنیفہ کی طرف منسوب کر کے ایک قول یوں بیان کیا: ''امام اعظم ابوحنیفہؒ فرماتے ہیں کہ سب سے پہلے میں مسئلہ کتاب اللہ سے لیتا ہوں۔ تو حنفی سب سے پہلے امام اعظم کی تابعداری میں کتاب اللہ پر عمل کرتے ہیں۔

اگر وہاں سے مسئلہ نہ ملے تو میں سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے لیتا ہوں جس کے راوی ثقہ ہوں۔ دوسرے نمبر پر حنفی امام اعظم ابوحنیفہؒ کی پیروی میں سنت نبوی پر عمل پیرا ہوتا ہے۔ فرمایا اگر وہاں سے بھی مسئلہ نہ ملے تو پھر میں صحابہ سے لیتا ہوں اگر اس مسئلہ میں

صحابہ کا بھی اختلاف ہو تو جس طرف خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم ہوں تو پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا علیکم بسنتی وسنۃ الخلفاء الراشدین المھدیین۔

میں اس مسئلہ کو لیتا ہوں جس پر خلفائے راشدین ہوں۔ اگر وہاں بھی مسئلہ نہ ملے تو پھر میں اجتہاد کرتا ہوں اور نئے مسائل کا حل تلاش کرتا ہوں۔'' (فتوحات صفدر ۳/۱۴۔۱۸)

صحابہ کرام کے اختلاف کے بعد امین اوکاڑوی کا امام ابوحنیفہ کی طرف یہ بات منسوب کرنا کہ ''میں اس مسئلہ کو لیتا ہوں جس پر خلفائے راشدین ہوں'' صریح جھوٹ ہے، کیونکہ حافظ ذہبی رحمہ اللہ کی کتاب میں یہ بات موجود ہی نہیں۔

اس سے معلوم ہوا کہ اوکاڑوی کتاب ہاتھ میں پکڑ کر بھی جھوٹ بولنے سے باز نہیں آتا تھا۔!

۹۳) امین اوکاڑوی نے کہا: ''عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی روایت نسائی شریف کتاب القضاء میں موجود ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے بعد کے خلفائے راشدین رض کے زمانے میں ایک ایک کی تقلید ہوتی رہی، حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے اعلان فرمایا کہ میں اجتہاد کروں گا'' (فتوحات صفدر ۳/۲۲)

یہ امین اوکاڑوی کا جھوٹ ہے، نسائی میں ایسی کوئی روایت نہیں جس کا ترجمہ یہ ہو کہ ایک ایک کی تقلید ہوتی رہی۔

باقی کسی کا یہ کہنا کہ ہم اجتہاد کرتے ہیں تو اس سے تقلید ثابت نہیں ہو جاتی۔

اشرف علی تھانوی نے بھی کہا تھا: ''پہلے زمانہ میں ہوائی جہاز نہ تھا نہ فقہاء اس کو جانتے تھے۔ نہ کوئی حکم لکھا۔ اب ہم لوگ اجتہاد کرتے ہیں۔ اور ایسے نئے مسائل کا جواب دیتے ہیں...'' (اشرف الجواب ص ۲۸۱، دوسرا نسخہ ص ۲۷۶ فقرہ نمبر ۹۷)

سرفراز صفدر نے بھی لکھا ہے: ''اس کے علاوہ کہیں کہیں میرے اپنے استنباطات اور اجتہادات بھی ہونگے'' (احسن الکلام ۱/۴۱، دوسرا نسخہ ۱/۶۳)

محمد بلال دیوبندی نے اپنے ''شیخ الاسلام'' ابن ہمام کا قول اس طرح نقل کیا ہے:

''اجماع منعقد ہو گیا اس بات پر کہ چار آئمہ کے علاوہ کسی کی تقلید نہیں ہوگی۔''

(فتح القدیر بحوالہ فتح المبین ص ۳۷۴، جواہر الفقہ ۱/ ۱۲۲ [ص ۱۳۲] اطمینان القلوب ص ۱۶)

۹۴) امین اوکاڑوی نے تجلیات صفدر (۲/ ۲۶۶، ۴۳۷) میں مسند احمد (ص ۴۵ ج ۲) کے حوالہ سے روایت پیش کی ہے جس کی سند میں جابر جعفی ہے اور اسے امام ابو حنیفہ نے کذاب کہا ہے۔ (العلل الصغیر للترمذی مع السنن ص ۸۹۱)

مزید جرح کے لئے دیکھئے الحدیث حضرو: ۳۹ ص ۳۷

خود امین اوکاڑوی کے نزدیک جابر جعفی کذاب ہے اور اس کی روایت جھوٹی ہوتی ہے۔ دیکھئے تجلیات صفدر (ج ۴ ص ۲۸۶)

اور اوکاڑوی نے خود لکھا ہے: ''جھوٹوں کی روایات جھوٹے پیش کرتے ہیں۔''

(فتوحات صفدر ۱/ ۴۲۶، دوسرا نسخہ ۱/ ۳۸۸)

۹۵) امین اوکاڑوی نے نماز وتر کے تین رکعات ہونے پر اجماع کے متعلق ایک جھوٹی روایت پیش کی (دیکھئے تجلیات صفدر ۲/ ۵۶۴) جس کی سند میں عمرو بن عبید جھوٹا راوی ہے۔

(دیکھئے الجرح والتعدیل ۳/ ۲۴۶)

مزید جرح کے لئے دیکھئے الحدیث حضرو: ۳۹ ص ۴۲

اور اوکاڑوی نے خود لکھا ہے: ''جھوٹوں کی روایات جھوٹے پیش کرتے ہیں۔''

(فتوحات صفدر ۱/ ۴۲۶، دوسرا نسخہ ۱/ ۳۸۸)

۹۶) اوکاڑوی نے تراویح کے متعلق تجلیات صفدر (۴/ ۱۹۵) میں مسند زید (ص ۱۳۹) کے حوالہ سے روایت پیش کی ہے، حالانکہ اس کتاب کا راوی عمرو بن خالد الواسطی کذاب ہے۔ (دیکھئے الجرح والتعدیل ۶/ ۲۳۰)

اس پر مزید جرح کے لئے دیکھئے الحدیث حضرو: ۳۹ ص ۳۰

اور اوکاڑوی نے خود لکھا ہے: ''جھوٹوں کی روایات جھوٹے پیش کرتے ہیں۔''

(فتوحات صفدر ۱/ ۴۲۶، دوسرا نسخہ ۱/ ۳۸۸)

۹۷) امین اوکاڑوی نے لکھا ہے: ''امام ابوبکر بن حامد، امام ابوحفص الزاہد اور امام ابوبکر اسماعیل نے فتوی دیا کہ ایمان غیر مخلوق ہے جو اسے مخلوق کہے وہ کافر ہے، امام بخاریؒ اور ان کے بعض ساتھیوں نے فتوی دیا کہ ایمان مخلوق ہے'' (جزء القراۃ مترجم اوکاڑوی ص ۱۳)

یہ صریح جھوٹ ہے۔

۹۸) امین اوکاڑوی نے تجلیات صفدر (۴/۸۰۔۸۱) میں سیدنا نواس بن سمعان رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب روایت پیش کی جس کا ایک راوی سلیمان بن سلمہ (الخبائری) ہے اور وہ جھوٹا تھا۔ (دیکھئے الجرح والتعدیل ۴/۱۲۲)

مزید جرح کے لئے دیکھئے الحدیث حضرو: ۳۹ ص ۳۴۔۳۵

اوکاڑوی نے خود لکھا ہے: ''جھوٹوں کی روایات جھوٹے پیش کرتے ہیں۔''

(فتوحات صفدر ۱/۴۲۶، دوسرا نسخہ ۱/۳۸۸)

۹۹) امین اوکاڑوی نے کسی اہل حدیث سے مخاطب ہو کر کہا: ''آخر آپ کا یہ طرز عمل کیسا ہو گا؟ ایک مسئلہ میں ایک امام کا قول قبول کریں گے دوسرے کا منہ چڑائیں گے دوسرے مسئلے میں دوسرے امام کا قول لیں گے، پہلے کا منہ چڑائیں گے۔ آپ اس طرز عمل پر جتنا بھی فخر کریں مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں: ان شر الناس عند اللہ ذا الوجھین۔ یعنی ''دوغلا آدمی خدا کی نظر میں بدترین ہے'' اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے منافق کی مثال اس بکری سے دی ہے جو دو بکروں کے درمیان گردش کرتی ہے اور بقول آپ کے تلاش کرتی ہے کہ کس کے دلائل مضبوط ہیں۔'' (تجلیات صفدر ۶/۱۷)

ماسٹر امین اوکاڑوی کا ایسے شخص کو آئمہ کا ''منہ چڑانے والا'' کہنا یا اس پر دوغلے آدمی اور منافق والی احادیث چسپاں کرنا بالکل جھوٹ ہے، کیونکہ آل دیوبند کے امام سرفراز صفدر نے لکھا ہے: ''(علامہ شامی فرماتے ہیں احناف نے سترہ ۱۷ مقامات میں امام صاحبؒ اور صاحبینؒ کے اقوال چھوڑ کر امام زفرؒ کے اقوال لیے ہیں ج ۱ ص ۶۶'' (الکلام المفید ص ۳۳۶)

سرفراز صفدر نے مزید لکھا ہے: ''اور اسی طرح مفقود الخبر۔ زوجہ متعنت فی النفقۃ اور

حکم زوجہ مفقود کے بارے میں احناف نے حضرت امام مالکؒ وغیرہ کے مذہب پر فتوی دیا ہے(شامی ج ۳ص ۴۵۶)'' (الکلام المفید ص ۳۳۶)

محمد تقی عثمانی نے لکھا ہے: ''بہت سے مسائل میں مشائخ حنفیہ نے امام ابوحنیفہؒ کے قول کے خلاف فتویٰ دیا ہے۔'' (تقلید کی شرعی حیثیت ص ۵۸)

۱۰۰) امین اوکاڑوی نے لکھا ہے: ''دنیا میں سب سے پہلا گناہ ترک تقلید ہی ہوا۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو سجدہ کا حکم دیا، یہ حکم تھا اس کے ساتھ کوئی دلیل نہ تھی، فرشتے حکم سنتے ہی بلا مطالبہ دلیل سجدے میں گر گئے، یہی تسلیم القول بلا دلیل ہے اور تقلید کا ہار گلے میں پہن لیا۔ مگر شیطان نے اس بلا دلیل حکم کو تسلیم نہ کیا اور تقلید کے ہار پر لعنت کے طوق کو ترجیح دی۔'' (تجلیات صفدر ۳/۴۷۹)

یہ ماسٹر امین اوکاڑوی کا صریح جھوٹ ہے، کیونکہ امین اوکاڑوی نے خود لکھا ہے:

''صرف مسائل اجتہادیہ میں تقلید کی جاتی ہے'' (تجلیات صفدر ۳/۳۷۶)

اور محمد تقی عثمانی نے لکھا ہے: ''اور آئمہ مجتہدین کے بارے میں تمام مقلدین کا عقیدہ یہ ہے کہ ان کے ہر اجتہاد میں خطاء کا احتمال ہے۔'' (تقلید کی شرعی حیثیت ص ۱۲۵، نیز دیکھئے ص ۱۲۱)

امین اوکاڑوی نے خود لکھا ہے: ''مسائل منصوصہ، غیر متعارضہ محکمہ میں نہ اجتہاد کی ضرورت نہ تقلید کی۔ جیسے پانچ نمازوں کی فرضیت، نصاب زکوۃ وغیرہ۔'' (تجلیات صفدر ۳/۴۰۷)

ماسٹر امین کو تو اتنا بھی پتا نہیں تھا کہ اللہ تعالیٰ کا حکم ہی سب سے بڑی دلیل ہے۔ جب فرشتوں کو اللہ تعالیٰ کا حکم ہوا تو انھوں نے اسی دلیل کی وجہ سے ہی آدم علیہ السلام کو سجدہ کیا۔

اوکاڑوی کے نزدیک دلیل شاید گنتی والے قاعدے کا نام ہے۔ بہر حال اللہ تعالیٰ کے حکم کی وجہ سے فرشتوں کے سجدے کو بلا دلیل کہنا بہت بڑی گمراہی ہے۔

اشرف علی تھانوی نے کہا: ''ترک تقلید پر قیامت میں مواخذہ ہوگا تو نہ کیونکہ کسی قطعی کی مخالفت نہیں'' (ملفوظات ۲۶/۹۵)

تھانوی نے مزید کہا: ''ترک تقلید پر مواخذہ تو قیامت میں نہ ہوگا۔'' (ملفوظات ۲۶/۴۴۷)

اگر اوکاڑوی کی بات کو صحیح سمجھا جائے تو تھانوی کے فتوے کی رو سے شیطان کا مواخذہ بھی نہیں ہوگا۔ اوکاڑوی کو کہنا تو یہ چاہئے تھا کہ شیطان نے دلیل ملنے کے باوجود قیاس کیا۔

مثال کے طور پر ایک ایسی حدیث جس کی مخالفت رشید احمد لدھیانوی دیوبندی سمیت آلِ دیوبند کی اکثریت کرتی ہے، اس حدیث پر بحث کرتے ہوئے تقی عثمانی نے کہا: ''حدیث باب حنفیہ کے بالکل خلاف ہے، مختلف مشائخِ حنفیہ نے اس کا جواب دینے میں بڑا زور لگایا ہے، لیکن حقیقت یہ ہے کہ کوئی شافی جواب نہیں دیا جا سکا یہی وجہ ہے کہ حنفیہ کے مسلک پر اس حدیث کو مشکلات میں شمار کیا گیا ہے'' (درس ترمذی ۴۳۴/۱)

اس حدیث پر بحث کرتے ہوئے تقی عثمانی نے مزید کہا ہے:

''اور اس معاملہ میں تفریق بین الفجر والعصر کے بارے میں حنفیہ کے پاس کوئی نصِ صریح نہیں، صرف قیاس ہے، اور وہ بھی مضبوط نہیں'' (درس ترمذی ۴۳۹/۱)

اہل حدیث کے خلاف امین اوکاڑوی کی زبان درازی کے برعکس احمد علی لاہوری، جس کی بیعت اوکاڑوی نے کر رکھی تھی اور خود اوکاڑوی نے لکھا ہے: ''سلطان العارفین شیخ التفسیر امام الاولیاء حضرت اقدس مولانا احمد علی لاہوری قدس سرہ'' (جزء القراۃ مترجم امین اوکاڑوی ص ۱۴)

اور ان کے متعلق محمود عالم صفدر نے لکھا ہے: ''رئیس المفسرین امام الاولیاء قدوۃ السالکین حضرت مولانا احمد علی لاہوری رحمۃ اللہ علیہ'' (فتوحات صفدر ۲۱/۲)

اسی احمد علی لاہوری دیوبندی نے کہا تھا: ''میں قادری اور حنفی ہوں۔ اہل حدیث نہ قادری ہیں اور نہ حنفی۔ مگر وہ ہماری مسجد میں ۴۰ سال سے نماز پڑھ رہے ہیں میں ان کو حق پر سمجھتا ہوں'' (ملفوظات طیبات ص ۱۲۶، دوسرا نسخہ ص ۱۱۵)

احمد علی لاہوری وغیرہ کے ملفوظات کے متعلق امین اوکاڑوی نے لکھا ہے:

''ان حضرات کے ملفوظات ہی ایمان کی حفاظت کا ذریعہ ہیں۔'' (تجلیات صفدر ۴۳۹/۴)

قارئین کرام کی خدمت میں عرض ہے کہ اس مضمون میں امین اوکاڑوی کے سو (۱۰۰) جھوٹ بطورِ نمونہ اور مشتے از خروارے لکھے گئے ہیں ورنہ ان کے علاوہ اوکاڑوی کے اور بھی

بہت سے جھوٹ ہیں، مثلاً:

۱) اوکاڑوی نے لکھا ہے: ''امام بخاریؒ کے سرپرست اور استاد امام ابو حفص کبیرؒ نے پیغام بھیجا کہ آپ صرف درس حدیث دیا کریں اور فتویٰ نہ دیں۔'' (مقدمہ جزء القراءۃ ص۱۲)

اور لکھا ہے: ''چنانچہ آپ نے فتویٰ دیا کہ دو بچے ایک بکری کا دودھ پی لیں تو ان کا آپس میں نکاح حرام ہے۔'' (المبسوط للسرخسی ج۳۰ ص۲۹۷...... ''ایضاً ص۱۲)

عرض ہے کہ سرخسی مذکور محمد بن محمد ہے جو کہ ۵۴۴ھ میں فوت ہوئے۔

(دیکھئے حاشیۃ الجواہر المضیہ ۲/۱۳۰ والفوائد البھیۃ ص۱۸۹)

امام بخاری اور ابو حفص احمد بن حفص الکبیر، اس سرخسی کی پیدائش سے پہلے فوت ہو گئے تھے۔ یہ عین ممکن ہے کہ سرخسی مذکور نے اپنی بیان کردہ حکایت اس شیطان سے سنی ہو جس کا ذکر سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے کیا ہے: ''شیطان انسانی شکل وصورت میں قوم (لوگوں) کے پاس آ کر ان سے کوئی جھوٹی بات کہہ دیتا ہے۔ لوگ منتشر ہوتے ہیں تو ان میں سے ایک آدمی کہتا ہے کہ میں نے ایسے آدمی سے، یہ بات سنی ہے جس کی شکل سے واقف ہوں لیکن اس کا نام نہیں جانتا۔''

(صحیح مسلم مترجم اردو ج۱ ص۳۸، ترقیم دار السلام: ۱۷، ترجمہ وحید الزمان ج۱ ص۳۰)

[سرخسی کا ثقہ ہونا محدثین کرام سے ثابت نہیں ہے۔ عبدالقادر القرشی وغیرہ متعصبین اور بے کار لوگوں کا اسے ''امام کبیر'' قرار دینا چنداں مفید نہیں ہے۔ سرخسی کے بعد والوں نے یہ روایت سرخسی سے ہی نقل کر رکھی ہے۔ (دیکھئے البحر الرائق، فتح الکبیر، الکشف الکبیر، الجواہر المضیہ، تاریخ خمیس للبکری، الخیرات الحسان لابن حجر الہیتمی المبتدع وغیرہ)

عبدالحئ لکھنوی نے باوجود متعصب ''حنفی'' ہونے کے اس واقعہ کا انکار کیا ہے۔

(دیکھئے الفوائد البھیۃ ص۱۸۸)

اوکاڑوی نے اس جھوٹے قصے کو باسند صحیح ثابت کرنے کے بجائے امام یحییٰ بن معین اور امام عبدالرحمٰن بن مہدی پر جرح شروع کر دی ہے۔ حالانکہ ابن الجوزی (ص۷۲) کا

حوالہ بے اصل ہے اور تاریخ بغداد (۶/ ۶۶) المحدث الفاصل (ص ۲۴۹ ح ۱۵۷) اور طبقات الشافعیہ (۱/ ۲۲۹) والی روایت کا راوی ''رجل'' نامعلوم و مجہول ہے۔ اس طرح کی مجہول و موضوع روایتوں کی بنیاد پر ہی یہ لوگ محدثین کرام پر تنقید و جرح کرتے ہیں۔ زع]

۲) امین اوکاڑوی نے تجلیات صفدر (۵/ ۲۹۷) میں حافظ ابن حزم رحمہ اللہ سے قربانی کے متعلق روایت پیش کی، اور فتوحات صفدر (۲/ ۶۳) میں کہا: ''ابن حزم جھوٹا ہے۔''

(فتوحات صفدر ۲/ ۶۳)

اور اوکاڑوی کا اصول ہے: ''جھوٹوں کی روایات جھوٹے پیش کرتے ہیں۔''

(فتوحات صفدر ۱/ ۴۲۶، دوسرا نسخہ ۱/ ۳۸۸)

۳) امین اوکاڑوی نے لکھا ہے: ''چنانچہ آیت واذا قری القرآن کے نازل ہونے کے بعد سب صحابی امام کے پیچھے فاتحہ اور سورۃ پڑھنے سے رک گئے اور اس مسئلہ میں کوئی اختلاف نہ رہا۔'' (تجلیات صفدر ۴/ ۲۶۷)

یہ ماسٹر امین اوکاڑوی کا صریح جھوٹ ہے۔ آل دیوبند کے ''امام'' سرفراز صفدر نے لکھا ہے: ''ان اختلافی اور فروعی مسائل میں سے ایک مسئلہ قرأت یا ترک القرأت خلف الامام کا بھی ہے جو عہدِ نبوّت سے تاہنوز اختلافی چلا آرہا ہے۔'' (احسن الکلام ص ۵۹ طبع جدید)

سرفراز صفدر نے لکھا ہے: ''بہر حال یہ بالکل صحیح بات ہے کہ حضرت عبادہؓ امام کے پیچھے سورۂ فاتحہ پڑھنے کے قائل تھے اور ان کی یہی تحقیق اور یہی مسلک و مذہب تھا...''

(احسن الکلام ۲/ ۱۴۲، دوسرا نسخہ ۲/ ۱۵۶)

نیز دیکھئے درس ترمذی از تقی عثمانی (۲/ ۷۵) خاتمۃ الکلام (ص ۴۳۹) اختلاف امت اور صراط مستقیم (۲/ ۸۲۔ ۸۳، دوسرا نسخہ ۳۲۴۔ ۳۲۵) الحدیث حضرو: ۶۳ ص ۲۸ رسول اکرم ﷺ کا طریقہ نماز (ص ۱۶۲) اور اشرف الہدایہ (۲/ ۸۵)

٤) ماسٹر امین اوکاڑوی نے لکھا ہے: ''(۳) حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سنا ہے کہ آپ فرماتے تھے الوتر حق (وترامر

ثابت ولازم ہے) لہٰذا جو وتر نہ پڑھے وہ ہمارا نہیں وتر حق (لازم) ہے جو وتر نہ پڑھے وہ ہمارا نہیں وتر حق (لازم) ہے جو وتر نہ پڑھے وہ ہمارا نہیں (اس کو حاکم اور ذہبی نے صحیح کہا ہے ج ا ص ۳۰۶)'' (تجلیات صفدر ۵/ ۱۱۸)

اس روایت کو امام حاکم نے تو صحیح کہا ہے مگر علامہ ذہبی نے ان کی تردید کی ہے۔

(دیکھئے تلخیص المستدرک ج ا ص ۳۰۵ ح ۱۱۴۶)

۵) امین اوکاڑوی نے یونس نعمانی مماتی دیوبندی کے متعلق کہا: ''باقی مولوی صاحب نے ایک بہت بڑی بات کہی ہے جو مرزا غلام احمد قادیانی بھی کہا کرتا تھا کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ جو صحابی ہیں نہ عادل ہیں، نہ فقیہ ہیں'' (فتوحاتِ صفدر ۳/ ۳۸۰)

اوکاڑوی نے یونس نعمانی پر یہ صریح جھوٹ بولا ہے، کیونکہ یونس نعمانی نے ملا جیون حنفی کا قول پیش کیا تھا۔ مرزا قادیانی نے یہ الفاظ کہے تھے یا نہیں، البتہ اوکاڑوی کے بھتیجے محمود عالم صفدر اوکاڑوی کو قادیانی کی کتابوں سے یہ الفاظ نہیں ملے۔ (دیکھئے فتوحاتِ صفدر ۳/ ۳۸۱ حاشیہ)

امین اوکاڑوی نے لکھا ہے: ''صحیح بخاری شریف ج ا ص ۱۰۷ پر ہے قال عطاء آمین دعاء''

(تجلیات صفدر ۳/ ۱۱۲)

☆ امین اوکاڑوی نے ایک اور جگہ علانیہ کہا: ''صحیح بخاری میں یہ بھی عطا کا قول موجود ہے۔ قال عطا آمین دعا عطاؒ کہتے ہیں آمین دعا ہے ایک بات ثابت ہوگئی۔''

(فتوحات صفدر ۱/ ۳۴۲، دوسرا نسخہ ۱/ ۳۰۶)

امین اوکاڑوی نے صحیح بخاری سے متن ادھورا نقل کیا ہے اور اپنے مخالف حصے کو نقل نہیں کیا اور وہ یہ الفاظ تھے:

''ابن زبیرؓ اور ان لوگوں نے جو آپ کے پیچھے (نماز پڑھ رہے) تھے آمین کہی تو مسجد گونج اٹھی۔'' (تفہیم البخاری علی صحیح بخاری ترجمہ ظہور الباری دیوبندی ۱/ ۳۹۱)

اور یہ کارروائی عبدالغفار چنی گوٹھ والے دیوبندی کے نزدیک جھوٹ شمار ہوتی ہے۔

دیکھئے قافلۂ باطل (ج ۴ شمارہ ۳ ص ۵۵)

وما علینا إلا البلاغ

حافظ زبیر علی زئی

آصف دیوبندی اور آلِ دیوبند کی شکست فاش

الحمد لله ربّ العالمین و الصّلوٰة و السّلام علیٰ رسوله الأمین و رضي الله عن أصحابه و أزواجه و آله أجمعین و رحمة الله علیٰ من تبعهم باحسان إلیٰ یوم الدین ، أما بعد:

اہلِ سنت یعنی اہلِ حدیث کا یہ دعویٰ ہے کہ ''رسول اللہ ﷺ جب نماز شروع کرتے تو رفع یدین کرتے تھے اور جب رکوع کے لئے تکبیر کہتے تو رفع یدین کرتے تھے اور جب رکوع سے سر اٹھاتے، سمع اللہ لمن حمدہ کہتے تو رفع یدین کرتے تھے۔''

اور اسی پر تمام اہلِ حدیث کا عمل ہے۔ والحمدللہ

اس دعوے کی دلیل کے لئے دیکھئے صحیح بخاری (باب رفع الیدین إذا کبّر و إذا رکع و إذا رفع ح ۷۳۶)

امیر المومنین فی الحدیث و امام الدنیا فی فقہ الحدیث امام بخاری رحمہ اللہ (متوفی ۲۵۶ھ) نے رفع یدین کے ثبوت و دفاع میں اپنی مشہور کتاب: جزء رفع الیدین لکھی ہے۔

تنبیہ: یہ دعویٰ ہر نماز (مثلاً ایک رکعت نمازِ وتر، دو رکعت نمازِ فجر، تین رکعت نمازِ مغرب، چار رکعت نمازِ ظہر و عصر و عشاء اور نو رکعت صلوٰۃ اللیل وغیرہ سب) پر فٹ اور جاری و ساری ہے۔

مذکورہ تین مقامات کے علاوہ جس مقام پر (مثلاً چار رکعتوں والی نماز میں دو رکعتیں پڑھنے کے بعد اٹھ کر) رفع یدین ثابت ہے تو اس پر بھی عمل کرنا چاہئے اور جس مقام پر رفع یدین ثابت نہیں یا اس کی صریح و صحیح نفی موجود ہے تو وہاں رفع یدین نہیں کرنا چاہئے۔

اس تمہید کے بعد عرض ہے کہ آصف احمد دیوبندی حیاتی نے ''سنت رسول الثقلین ﷺ فی ترکِ رفع الیدین: ترک رفع الیدین پر 327 صحیح احادیث و آثار کا مجموعہ'' لکھ کر

ایک کتاب شائع کی ہے اور اسے کسی دیوبندی ''مفتی'' محمد حسن (؟) نے پسند ''فرمایا'' ہے، حالانکہ اس کتاب میں اکثر مقامات پر ایک ایک صحابی کی ایک ایک روایت کو مختلف کتابوں سے نقل کر کے نمبر بڑھا دیئے گئے ہیں۔ اگر کوئی مخالف ایسا کرے تو امین اوکاڑوی نے ایسا کام کرنے والے کے بارے میں لکھا ہے: ''عوام کو ایسا فریب سوامی دیانند بھی نہ دے سکا تھا۔'' (تجلیاتِ صفدر ۴/ ۳۶۷)

فائدہ: آلِ دیوبند، آلِ بریلی اور حنفیہ کے نزدیک معتبر کتاب فتاویٰ عالمگیری میں لکھا ہوا ہے: '' **أجمع الفقهاء علٰی أن المفتي یجب أن یکون من أهل الاجتهاد** ''

فقہاء کا اس پر اجماع ہے کہ مفتی کا اہلِ اجتہاد میں سے ہونا واجب (ضروری) ہے۔

(الفتاویٰ الہندیہ ۳/ ۳۰۸)

یعنی مفتی ہونے کے لئے مجتہد ہونا ضروری ہے اور امین اوکاڑوی دیوبندی نے صاف لکھا ہے: ''خیر القرون کے بعد اجتہاد کا دروازہ بھی بند ہو گیا اب صرف اور صرف تقلید رہ گئی۔'' (دیکھئے الکلام المفید کی تقریظ ص س، اور تجلیاتِ صفدر ۳/ ۴۱۲)

تجلیاتِ صفدر میں یہ بھی لکھا ہوا ہے کہ ''اب اجتہاد کی راہ ایسی بند ہوئی کہ اگر آج کوئی اجتہاد کا دعویٰ لے کر اٹھے تو اس کا دعویٰ اس کے منہ پر مار دیا جائے'' (۵/ ۴۴)

ثابت ہوا کہ کوئی دیوبندی بھی مفتی نہیں، کیونکہ کوئی دیوبندی بھی مجتہد نہیں، لہٰذا آلِ دیوبند کو اپنے لئے مفتی کا لقب کبھی استعمال نہیں کرنا چاہئے۔

آصف صاحب کے چہیتے عبدالغفار... دیوبندی نے لکھا ہے: ''جناب زبیر علی زئی... نے تو نام نہاد اہلحدیث ہونے کا دعویٰ وعمل بھی مکمل نہیں لکھا۔ کیونکہ غیر مقلدین چار رکعات نماز میں چار مقامات پر رفع الیدین کرتے ہیں جو دس مرتبہ بنتی ہے۔ اور علی زئی... نے تین مقام کا یہاں ذکر کیا ہے اور چوتھے مقام ''اذا قام من الرکعتین'' کی رفع الیدین کا اپنے دعویٰ وعمل کو اس مقام پر ذکر نہ کرنا عجیب طفلانہ حرکت ہے یا بیہوش ہونے کی دلیل ہے۔''

(آصف کی کتاب ص ۱۶)

عرض ہے کہ ہر نماز چار رکعتوں والی نہیں ہوتی بلکہ فجر کی نماز دو رکعتیں، مغرب کی نماز تین رکعتیں اور وتر کی نماز ایک رکعت بھی ہوتی ہیں، لہٰذا اوکاڑوی کی اندھی تقلید میں چار رکعتوں کی رٹ لگانا کون سی حرکت ہے اور کیا..... ہونے کی دلیل ہے؟!

کیا آلِ دیوبند میں سے آصفی حضرات صبح کی فرض نماز چار رکعتیں پڑھتے ہیں اور اگر نہیں تو پھر اس اعتراض میں کوئی وزن نہیں ہے۔

ہمارا دعویٰ اور عمل ہماری ہر نماز پرفٹ ہے۔ والحمد للہ

آصف صاحب نے اپنے چہیتے عبدالغفار دیوبندی کی چھتری ''تلے'' اپنی اس کتاب میں پہلی حدیث ''پہلی حالت سجدوں کی رفع الیدین کا ثبوت'' کے عنوان سے بحوالہ شرح مشکل الآثار للطحاوی (ج ۲ ص ۲۰ رقم الحدیث ۲۴) شائع کی ہے، طرح التثریب للعراقی کا حوالہ بھی دیا ہے اور ابن القطان (الفاسی المغربی) سے اس کا ''صحیح'' ہونا بھی نقل کیا ہے۔ (ص ۱۷)

آصف صاحب کے چہیتے کی پیش کردہ یہ روایت شاذ ہے۔

۱: خود طحاوی حنفی نے لکھا ہے: ''**وکان ھذا الحدیث من روایۃ نافع شاذاً لما رواہ عبید اللّٰہ**'' اور یہ حدیث نافع کی روایت سے شاذ تھی، جو عبیداللہ نے روایت کیا ہے۔ (شرح مشکل الآثار ج ۱۵ ص ۴۷ ح ۵۸۳۱، تحفۃ الاخیار ج ۲ ص ۲۰ ح ۲۴)

اس جرح کو آصف صاحب نے چھپا لیا ہے۔

جس روایت کا محدثین کرام سے متفقہ طور پر یا اصولِ حدیث کی رُو سے شاذ ہونا ثابت ہو جائے تو وہ روایت مردود ہوتی ہے۔ (مثلاً دیکھئے تیسیر مصطلح الحدیث ص ۱۱۹)

آلِ دیوبند کی پسندیدہ کتاب ''علوم الحدیث'' میں محمد عبیداللہ الاسعدی نے لکھا ہے: ''شاذ مردود ہے اور ''محفوظ'' مقبول...'' (ص ۱۹۰)

اس کتاب پر حبیب الرحمٰن اعظمی دیوبندی کی نظرثانی و تقریظ ہے، نیز عبدالرشید نعمانی دیوبندی نے بھی اس کی تائید کر رکھی ہے۔

محمد یوسف لدھیانوی دیوبندی نے ایک دیوبندی اصول لکھا ہے:

''ان وجوہ کے پیشِ نظر سُنّت ثابتہ وہی ہے جس پر اکابر صحابہ کرامؓ وتابعینؒ کا تعامل رہا۔ اور جو روایت ان کے تعامل کے خلاف ہو وہ یا تو منسوخ کہلائے گی یا اس میں تاویل کی ضرورت ہوگی۔ ایسی روایات جو تعامل سلف کے خلاف ہوں صدر اول میں ''شاذ'' شمار کی جاتی تھیں۔ اور جس طرح متاخرین محدثین کی اصطلاحی ''شاذ'' روایت حجت نہیں۔ اسی طرح متقدمین کے نزدیک ایسی شاذ روایات حجت نہیں تھیں۔''

(اختلاف امت اور صراط مستقیم حصہ دوم ص ۳۲، دوسرا نسخہ ص ۴۳)

امین اوکاڑوی دیوبندی نے ایک حدیث کے بارے میں لکھا ہے:

''حدیث کی صحت کے لئے صرف راویوں کا ثقہ ہونا کافی نہیں بلکہ شذوذ اور علت سے سلامتی بھی شرط ہے، اس حدیث کے ضعف کی بنیادی وجوہ دو ہیں:

(۱) یہ روایت شاذ ہے کہ متواتر احادیث کے خلاف ہے (۲) معلول ہے کہ ظاہر قرآن پاک کے خلاف ہے۔ ایسی حدیث قابل عمل نہیں ہوتی۔'' (تجلیات صفدر ج ۲ ص ۱۷۵)

اوکاڑوی نے مزید لکھا ہے:

''مذہب حنفی جو ظاہر الروایت ہے جس پر ہر جگہ عمل ہے اس کے خلاف شاذ روایت بیان کی، یہ ایسا ہی ہے جیسا کہ عیسائی، یہودی، رافضی متواتر قرآن پاک کے متعلق وسوسہ ڈالنے کے لئے شاذ قرائتوں سے تحریفِ قرآن ثابت کر کے عوام اہل اسلام کے دلوں میں وسوسے ڈالا کرتے ہیں۔'' (تجلیات صفدر ج ۵ ص ۱۹۱)

اس حوالے سے ظاہر ہے کہ ''امین اوکاڑوی کے نزدیک'' آصف لاہوری دیوبندی نے عیسائیوں، یہودیوں اور رافضیوں کی طرح استدلال کر کے اہلِ اسلام کے دلوں میں وسوسہ ڈالنے کے لئے شاذ روایت پیش کر دی ہے'' اور شاذ روایات کو اپنانا اپنا مشن بنا لیا ہے۔'' (دیکھئے تجلیاتِ صفدر ج ۵ ص ۱۲۲)

امین اوکاڑوی نے اپنی مرضی کے خلاف ایک روایت کے بارے میں لکھا ہے:

''تو وہ روایت مخالفت ثقات کی وجہ سے خود شاذ و مردود ہوئی۔'' (تجلیاتِ صفدر ج ۲ ص ۳۸۱)

سرفراز خان صفدر دیوبندی گکھڑوی کڑمنگی نے اپنی مرضی کے خلاف ایک عبارت کے بارے میں ''فرمایا'' ہے:

''جب عام اور متداول نسخوں میں یہ عبارت نہیں تو شاذ اور غیر مطبوعہ نسخوں کا کیا اعتبار ہو سکتا ہے۔؟'' (خزائن السنن ص ۳۴۷ حصہ دوم ص ۹۷)

انگریزی دور میں (۱۸۵۷ء کے بعد) پیدا ہو جانے والے دیوبندی فرقے کا عجیب طریقہ ہے کہ صحیح بخاری و صحیح مسلم کی متفق علیہ احادیث کے مقابلے میں شاذ، مدلّس، ضعیف اور مردود روایات پیش کرتے ہیں اور جب اپنی باری آئے تو شاذ کا دفاع شروع کر دیتے ہیں۔ **واللہ من ورائهم محیط**

۲: حافظ عراقی نے اس روایت کے بعد لکھا ہے: ''**و ذکر الطحاوي أن هذه الرواية شاذة و صححها ابن القطان ...**'' (طرح التثریب فی شرح التقریب ۲/۲۶۲)

اس جرح کو بھی آصف صاحب نے چھپایا ہے۔

۳: حافظ ابن حجر العسقلانی نے لکھا ہے:

''**و هذه رواية شاذة**'' اور یہ روایت شاذ ہے۔ (فتح الباری ۲/۲۲۳ تحت ح ۷۳۹)

ساتویں صدی کے ابن القطان الفاسی (متوفی ۶۲۸ھ) نے اس روایت کو صراحتاً ''صحیح'' نہیں لکھا، لیکن ''**قد صح فيهما الرفع من حديث ابن عباس و ابن عمر و مالك بن الحويرث**'' لکھا ہے۔ (بیان الوہم والایہام ج ۵ ص ۶۱۲)

اس عبارت میں ابن القطان کو تین اوہام ہوئے ہیں:

۱: سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب روایت میں ابو سہل نضر بن کثیر الازدی العابد راوی ضعیف ہے۔ (دیکھئے تقریب التہذیب: ۷۱۴۷ و کتب الرجال)

۲: طحاوی والی روایت بقولِ طحاوی شاذ ہے اور اصولِ حدیث کا مشہور مسئلہ ہے کہ شاذ ضعیف ہوتی ہے، لہٰذا یہ روایت صحیح کس طرح ہوئی؟!

۳: سیدنا مالک بن الحویرث رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب روایت میں قتادہ مدلس ہیں اور روایت عن سے ہے۔ اصولِ حدیث کا مشہور مسئلہ ہے کہ غیر صحیحین میں مدلس کی عن والی روایت ضعیف ہوتی ہے۔ (مثلاً دیکھئے سرفراز خان صفدر دیوبندی کی دفائن السنن مقدمہ خزائن السنن ص ۱)

تنبیہ: ابن القطان نے قتادہ کی روایت مذکورہ میں ان کا شاگرد شعبہ ظاہر کیا ہے، حالانکہ محمد یوسف بنوری دیوبندی نے صاف لکھا ہے:

"وقع فی نسخة النسائی المطبوعة بالهند :شعبة عن قتادة بدل سعید عن قتادة وهو تصحيف صرح عليه شيخنا أيضًا فی نيل الفرقدين ... "

ہند (و پاکستان) میں مطبوعہ نسائی کے نسخے میں سعید عن قتادہ کے بدلے میں شعبہ عن قتادہ چھپ گیا ہے اور یہ تصحیف (غلطی) ہے، ہمارے استاد (انور شاہ کاشمیری دیوبندی) نے بھی نیل الفرقدین میں اس کی صراحت کی ہے۔ (معارف السنن للبنوری ج ۲ ص ۴۵۶)

آصف صاحب نے طحاوی کے جس نسخے کا حوالہ دیا ہے، اس کے حاشیے میں بھی لکھا ہوا ہے کہ "رجاله ثقات لكن هذه الرواية شاذة كما سيذكر الطحاوي "

اس کے راوی ثقہ ہیں، لیکن یہ روایت شاذ ہے، جیسا کہ طحاوی (عنقریب) بیان کریں گے۔ (تحفۃ الاخیار ج ۲ ص ۲۰ تحت ح ۲۴)

بطورِ اعلان اور اطلاع خاص و عام عرض ہے کہ سجدوں کے دوران میں، سجدہ کرتے اور سجدے سے سر اٹھاتے وقت حالتِ سجود میں رفع یدین کرنا ثابت نہیں ہے۔

(دلائل کے لئے دیکھئے میری کتاب: نور العینین ص ۱۸۹۔۱۹۴)

سجدوں میں رفع یدین کی ضعیف و غیر صریح روایات کے مقابلے میں صحیح بخاری میں لکھا ہوا ہے: " وكان لا يفعل ذلك فی السجود " اور آپ یہ (رفع یدین) سجدوں میں نہیں کرتے تھے۔ (ح ۷۳۵)

" ولا يفعل ذلك حين يسجد و لا حين يرفع رأسه من السجود " اور آپ یہ (رفع یدین) سجدہ کرتے وقت نہیں کرتے تھے اور سجدے سے سر اٹھاتے وقت (بھی) نہیں

کرتے تھے۔ (ح۳۸۷)

آصف دیوبندی کے چہیتے نے ''بخاری و مسلم کے راویوں پر غیر مقلدین کی جرح'' کا عنوان لکھ کر درج ذیل نام گنوائے ہیں:

سفیان ثوری، قتادہ، سعید بن ابی عروبہ، یزید بن ابی زیاد، حمید الطّویل، ابو الزبیر المکی، ابراہیم، ابوبکر بن عیاش، اسماعیل بن ابی خالد، حکم بن عتیبہ، اور حفص بن غیاث۔

(آصف کی کتاب ص۲۳۔۲۵)

ان مذکورہ راویوں میں ابوبکر بن عیاش راقم الحروف کی تحقیقِ ثانی میں صدوق حسن الحدیث تھے اور صحیح مسلم میں متابعات وشواہد کا راوی یزید بن ابی زیاد حتمی طور پر جمہور محدثین کے نزدیک ضعیف ہے۔ (دیکھئے نور العینین ص ۱۶۸۔۱۷۰، ۱۴۵۔۱۴۶)

باقی راویوں کا ثقہ وصدوق ہونے کے بعد مدلس ہونا بخاری و مسلم کے راویوں پر جرح نہیں اور اب دوسرا رخ پیشِ خدمت ہے:

۱: سرفراز خان صفدر دیوبندی نے صحیحین کے بنیادی راوی امام ابوقلابہ الشامی رحمہ اللہ کے بارے میں ''غضب کا مدلس'' لکھا ہے۔ (احسن الکلام ج ۲ ص ۱۱۴، دوسرا نسخہ ج ۲ ص ۱۲۷)

سفیان ثوری کے بارے میں بحوالۂ تقریب ''ربما دلّس'' کے الفاظ لکھے ہیں۔

(خزائن السنن ج ۲ ص ۷۷)

امین اوکاڑوی دیوبندی نے سفیان ثوری کو مدلس لکھا ہے۔

(تجلیاتِ صفدر ج ۵ ص ۴۷۰ فقرہ: ۸۷)

۲۔۳: امین اوکاڑوی نے ایک روایت کے بارے میں لکھا ہے:

''اولاً تو یہ سند سخت ضعیف ہے کیونکہ سند میں سعید بن ابی عروبہ مختلط ہے اور قتادہ مدلس ہے۔ نہ تحدیث ثابت ہے اور نہ ہی متابعت۔'' (جزء رفع الیدین ترجمہ وتشریح اوکاڑوی ص ۲۸۹ ح ۲۹ تا ۳۱)

۴: سرفراز صفدر کے استاد عبدالقدیر دیوبندی حضروی نے لکھا ہے:

''اور حضرت زہریؒ مدلّس ہیں'' (تدقیق الکلام ج ۲ ص ۱۳۱)

امین اوکاڑوی نے کہا: ''ابن شہاب مدلس ہے اور عن سے روایت کر رہا ہے۔''

(فتوحات صفدر ج ۲ ص ۲۵۶)

امین اوکاڑوی نے ایک روایت کے بارے میں لکھا ہے: ''اور یہ بھی صحیح نہیں کیونکہ اول تو اس میں زہری کا عنعنہ ہے...'' (جزء القراءۃ للبخاری، ترجمہ تشریح امین اوکاڑوی ص ۲۱ تحت ح ۱)

۵: یزید بن ابی زیاد جو صحیح مسلم کے اصول کا راوی نہیں بلکہ متابعات وشواہد کا راوی ہے، اس کے بارے میں محمد الیاس فیصل دیوبندی نے لکھا ہے:

''ا۔ زیلعی فرماتے ہیں کہ اس کی سند میں یزید بن ابی زیاد ہے اور وہ ضعیف ہے۔

۲۔ حافظ ابن حجر تقریب میں فرماتے ہیں کہ ضعیف ہے بڑھاپے میں اس کی حالت بدل گئی تھی اور وہ شیعہ تھا۔'' (نماز پیغمبر ﷺ ص ۸۵، نیز دیکھئے قافلۂ گھمن ج ۶ ش ۱ ص ۲۵)

یہ کتاب آلِ دیوبند اور الیاس گھمن کی پسندیدہ ہے۔

(دیکھئے فرقہ اہلحدیث پاک وہند کا تحقیقی جائزہ ص ۳۹۵)

۶: حمید الطّویل کے بارے میں امین اوکاڑوی نے کہا: ''صرف حمید الطّویل اس کو مرفوع کرتا ہے جو مدلس ہے اور عن سے روایت کر رہا ہے۔'' (تجلیات صفدر ج ۲ ص ۲۷۹)

۷: ابوالزبیر المکی کی ایک روایت کے بارے میں امین اوکاڑوی نے لکھا ہے:

''یہ حدیث سنداً (سند کے اعتبار سے) ضعیف ہے کیونکہ ابو زبیر مدلس ہے اور عن سے روایت کر رہا ہے'' (جزء رفع الیدین ترجمہ وتشریح امین اوکاڑوی ص ۳۱۸ تحت ح ۵۶)

۸: ابراہیم بن یزید نخعی کو حاکم اور سیوطی وغیرہما نے بھی مدلس قرار دیا ہے۔

(دیکھئے معرفۃ علوم الحدیث ص ۱۰۸، اسماء من عرف بالتدلیس للسیوطی: ۱)

عبدالقدیر دیوبندی حضروی نے حافظ ابن حجر کے نزدیک طبقۂ ثانیہ کے مدلس امام سفیان بن عیینہ رحمہ اللہ کے بارے میں لکھا ہے: ''اس روایت کا راوی سفیان بن عیینہ بھی مدّلس ہے۔'' (تدقیق الکلام ج ۲ ص ۱۳۱)

۹: ابوبکر بن عیاش رحمہ اللہ کے بارے میں راقم الحروف کا اعلانِ رجوع چھپ چکا ہے۔

(دیکھئے نور العینین ص ۱۶۸۔۱۶۹)

تنبیہ: امام ابوبکر بن عیاش کے صدوق حسن الحدیث ہونے کے باوجود اُن کی ترکِ رفع یدین والی خاص روایت باطل اور وہم ہے جیسا کہ امام احمد بن حنبل اور امام ابن معین وغیرہما کی تحقیقات سے ثابت ہے اور خاص وصریح دلیل عام وغیر صریح دلائل پر مقدم ہوتی ہے۔

۱۰: امام اسماعیل بن ابی خالد کے بارے میں سرفراز خان دیوبندی نے لکھا ہے:

''اور یہ صاحب مدلس بھی تھے'' (احسن الکلام ج ۲ ص ۱۳۵، طبع دوم)

یاد رہے کہ یہ عبارت بعد والے نسخوں میں چپکے سے بغیر کسی اعلانِ رجوع وتوبہ کے نکال دی گئی ہے۔ (مثلاً دیکھئے طبع جون ۲۰۰۶ء ج ۲ ص ۱۴۸)

۱۱۔۱۲: الحکم بن عتیبہ اور حفص بن غیاث دونوں کو سیوطی نے مدلسین میں ذکر کیا۔

(اسماء من عرف بالتدلیس: ۱۵، ۱۴)

تنبیہ: آلِ دیوبند کے نزدیک سیوطی کا بہت بڑا مقام ہے، بلکہ قافلۂ باطل میں ''امام سیوطی'' لکھا ہوا ہے۔ (جلد ۵ شمارہ ۳ ص ۲۲، جولائی تا ستمبر ۲۰۱۱ء، جلد ۵ شمارہ ۴ ص ۳۳، اکتوبر تا دسمبر ۲۰۱۱ء)

محدثین اور آلِ تقلید کے سابقہ حوالوں کے باوجود آصف صاحب کے چہیتے کا یہ کہنا:

''بخاری ومسلم کے راویوں پر غیر مقلدین کی جرح'' کوئی معنی نہیں رکھتا اور تدلیس کا اعتراض راوی کی ذات وعدالت پر جرح نہیں بلکہ اس کی معنعن روایت پر جرح ہوتی ہے، بشرطیکہ یہ روایت صحیحین میں نہ ہو اور اس کے مقابلے میں کوئی خاص دلیل نہ ہو۔

آصف صاحب کے چہیتے اور آلِ دیوبند کو چاہئے کہ دوغلی پالیسی چھوڑ دیں اور اپنی چارپائیوں کے نیچے ذرا لاٹھی پھیر لیں۔

آصف لاہوری دیوبندی کے چہیتے عبدالغفار دیوبندی نے بغیر کسی صحیح سند کے لکھا ہے: ''ترک رفع الیدین بعد الافتتاح پر 1500 صحابہ سے زائد عامل تھے۔'' (ص ۲۵)

اس کا جواب یہ ہے کہ آصف کی یہ بات بالکل جھوٹ ہے اور اس کے مقابلے میں امام بخاری رحمہ اللہ کا اعلان درج ذیل ہے:

کسی صحابی سے بھی رفع الیدین کا نہ کرنا ثابت نہیں ہے۔

(جزء رفع الیدین: ۴۰، ۷۶، المجموع للنووی ۳/ ۴۰۵)

آصف لاہوری دیوبندی کی پیش کردہ روایات کا تحقیقی جائزہ

اب مذکورہ کتاب میں آصف لاہوری دیوبندی کی ''۳۲۷ صحیح احادیث و آثار'' کا تحقیقی جائزہ پیشِ خدمت ہے:

۱) سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ

حدیث نمبر ۱ تا ۱۴ کی سند میں سفیان ثوری مدلس ہیں اور روایت عن سے ہے۔

(جواب کے لئے دیکھئے نور العینین ص ۱۲۹۔۱۳۹)

نمبر ۱۵ سے سفیان ثوری کا واسطہ (کاتب یا کمپوزر کی غلطی سے) رہ گیا ہے۔

دیکھئے مسند الامام احمد (۱/ ۳۸۸ ح ۳۶۸۱، دوسرا نسخہ ۶/ ۲۰۳)

نمبر ۱۶ تا ۱۹ میں ترک رفع یدین کا نام و نشان تک نہیں ہے۔

نمبر ۲۰ تا ۲۲ میں تین راوی کذاب ہیں: ابو محمد عبداللہ بن محمد بن یعقوب الحارثی، محمد بن ابراہیم بن زیاد الرازی اور سلیمان الشاذکونی۔

حارثی کے لئے دیکھئے میزان الاعتدال (۲/ ۴۹۶، دوسرا نسخہ ۴/ ۱۸۹) اور لسان المیزان (۳/ ۳۴۸۔۳۴۹) اور میرا مضمون: ابو محمد عبداللہ بن محمد بن یعقوب الحارثی البخاری اور محدثین کی جرح۔

محمد بن ابراہیم بن زیاد کے لئے دیکھئے الضعفاء والمتروکون للدارقطنی (۴۸۷) اور لسان المیزان (۵/ ۲۲، دوسرا نسخہ ۵/ ۶۱۶)

سلیمان الشاذکونی کے لئے دیکھئے سرفراز خان صفدر کی احسن الکلام (ج ۱ ص ۲۰۴، دوسرا نسخہ ج ۱ ص ۲۵۴)

نمبر ۲۳ تا ۴۱ میں ترکِ رفع یدین کا نام و نشان تک نہیں بلکہ عدمِ ذکر ہے اور مدرسۂ دیوبند

کے بانی محمد قاسم نانوتوی صاحب نے لکھا ہے:

''جناب مولوی صاحب معقولات کے طور پر اتنا ہی جواب بہت ہے کہ عدم الاطلاع یا عدم الذکر عدم الشئے پر دلالت نہیں کرتا۔'' (ہدیۃ الشیعہ ص ۲۰۰)

اس عبارت پر ''مذکور نہ ہونا معدوم ہونے کی دلیل نہیں ہے'' کا عنوان لکھا گیا ہے۔

آصف لاہوری کا عدمِ ذکر والی روایات کے ترجمے میں اپنی طرف سے بریکٹوں کے درمیان (صرف اور اس مفہوم کی عبارات) کا اضافہ کرنا صریح تحریف و کذب بیانی ہے۔

تنبیہ: اگر عدمِ ذکر سے نفیِ ذکر پر یہاں استدلال کیا جائے تو ان لوگوں کا تکبیر تحریمہ والا رفع یدین بھی ختم ہو جاتا ہے اور وتروں والا رفع یدین بھی ممنوع ہو جاتا ہے، حالانکہ تمام آلِ دیوبند تکبیر تحریمہ اور وتروں والے رفع یدین کے قائل و فاعل ہیں۔

۲) سیدنا براء بن عازب رضی اللہ عنہ

نمبر ۴۲، ۴۴۔۴۵، ۴۷، ۵۱، ۵۴، ۵۷، ۶۰، ۷۲۔۷۳ میں محمد بن عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ جمہور کے نزدیک ضعیف راوی ہے۔ (دیکھئے فیض الباری ج ۳ ص ۱۶۸)

نمبر ۴۳، ۴۸۔۵۰، ۵۲۔۵۳، ۵۵۔۵۶، ۵۸۔ ۶۹، ۷۱، ۷۴۔۸۱ میں یزید بن ابی زیاد جمہور کے نزدیک ضعیف راوی ہے۔ (دیکھئے زوائد ابن ماجہ للبوصیری: ۲۱۱۶)

اور نمبر ۴۶ میں صاحبِ کتاب امام ابونعیم الاصبہانی سے لے کر امام ابوحنیفہ تک تمام راوی (مثلاً بکر بن محمد الحبال اور علی بن محمد بن روح وغیرہما) مجہول ہیں، ان کی توثیق ہرگز معلوم نہیں۔ (دیکھئے ارشیف ملتقی اھل الحدیث عدد ۴ ج ۱ ص ۹۲۶، تحقیقی مقالات ج ۳ ص ۱۲۳)

آصف کی مذکورہ روایات میں سے (بعض کے متون سے قطع نظر) ایک روایت بھی ثابت نہیں۔

تنبیہ: یزید بن ابی زیاد (ضعیف) کی دوسری روایت میں شروع نماز، رکوع سے پہلے اور رکوع کے بعد سر اٹھانے (یعنی تینوں مقامات) پر رفع یدین کا ذکر و اثبات موجود ہے اور یزید تک سند حسن لذاتہ ہے۔ (دیکھئے السنن الکبریٰ للبیہقی ج ۲ ص ۷۷)

ابراہیم بن بشار رحمہ اللہ جمہور محدثین کے نزدیک موثق ہونے کی وجہ سے صدوق حسن الحدیث راوی تھے۔ عینی حنفی نے ابراہیم بن بشار کی بیان کردہ ایک روایت کے بارے میں ''إسناده صحيح'' لکھا ہے۔ (نخب الافکار ج اص ۴۷۵)

اور دوسری روایت کی تحقیق میں ''رجاله ثقات'' لکھ کر ابراہیم بن بشار کو ثقہ قرار دیا ہے۔ (دیکھئے نخب الافکار ج اص ۴۷۸۔۴۷۹)

آصف صاحب کو یہ چاہئے تھا کہ وہ ابراہیم بن بشار کی یہ روایت بھی ذکر کرتے، ورنہ ان کی یہ حرکت وطرزِ عمل اگر خیانت اور حق چھپانا نہیں تو پھر کیا ہے؟!

۳) سیدنا ابوبکر اور سیدنا عمر رضی اللہ عنہما

اس باب میں تمام آصفی روایات (نمبر ۸۲ تا ۸۸) کی سندوں میں محمد بن جابر راوی ہے، جس کے بارے میں حافظ ہیثمی نے لکھا ہے: '' وهو ضعيف عند الجمهور '' اور وہ جمہور کے نزدیک ضعیف ہے۔ (مجمع الزوائد ۵/ ۱۹۱)

اس کے مقابلے میں سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ سے موقوفاً ومرفوعاً (دونوں طرح) شروع نماز، رکوع سے پہلے اور رکوع کے بعد والا رفع یدین ثابت ہے۔ (السنن الکبریٰ للبیہقی ۲/ ۷۳ وسندہ صحیح)

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ سے بھی موقوفاً ومرفوعاً (دونوں طرح) شروع نماز، رکوع سے پہلے اور رکوع کے بعد والا رفع یدین ثابت ہے۔

(النفح الشذی شرح سنن الترمذی لابن سید الناس ج ۴ ص ۳۹۰، نور العینین ص ۱۹۵۔۲۰۴)

آلِ دیوبند کا یہی عمومی طریقۂ واردات ہے کہ وہ اختلافی مسائل میں صحیح وحسن اور صریح روایات چھوڑ کر ضعیف ومردود اور غیر صریح روایات پیش کرتے ہیں۔

۴) سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ

نمبر ۸۹ تا ۹۵ میں مسند حمیدی اور مسند ابی عوانہ کی روایات پیش کی گئی ہیں، جن کا محرف ومصحف ہونا نور العینین میں دلائل قاطعہ کے ساتھ ثابت کر دیا گیا ہے۔ (دیکھئے ص ۶۸۔۸۱)

نمبر ۹۶ والی روایت شاذ (بمعنی منکر) وموضوع ہے۔ (دیکھئے نور العینین ص ۲۰۵۔۲۱۱)

نمبر۹۷ تا ۱۰۲ میں ترکِ رفع یدین کا نام ونشان نہیں، بلکہ صرف عدمِ ذکر ہے۔

اس کے مقابلے میں سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہ سے صحیح بخاری وصحیح مسلم میں مرفوعاً اور صحیح بخاری، سنن ابی داود اور جزء رفع الیدین وغیرہ میں موقوفاً رکوع سے پہلے اور بعد والا رفع یدین ثابت ہے۔ (تفصیل کے لئے دیکھئے نورالعینین ص ۶۴، ۹۲)

بلکہ سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہ اس شخص کو کنکریوں سے مارتے تھے جو رکوع سے پہلے اور رکوع کے بعد رفع یدین نہیں کرتا تھا۔ (دیکھئے جزء رفع الیدین: ۱۵، واللفظ لہ، التمہید ۹/ ۲۲۴ مختصراً)

۵) سیدنا ابو حمید الساعدی رضی اللہ عنہ

نمبر۱۰۳ تا ۱۳۰، میں ترکِ رفع یدین کا نام ونشان تک نہیں بلکہ عدمِ ذکر ہے۔

آصف صاحب نے ترجمہ میں خیانت کرتے ہوئے بریکٹوں کے درمیان اپنی طرف سے (تو رفع یدین نہ کرتے) لکھ دیا ہے جو کہ صریح دروغ بے فروغ بلکہ کالا جھوٹ ہے۔

اس کے مقابلے میں سیدنا ابو حمید الساعدی رضی اللہ عنہ کی مرفوع حدیث میں چار مقامات پر رفع یدین کا ذکر موجود ہے: (۱) شروع نماز (۲) رکوع سے پہلے (۳) رکوع کے بعد سمع اللہ لمن حمدہ کہتے وقت (۴) دو رکعتیں پڑھنے کے بعد اٹھ کر رفع یدین۔

(دیکھئے سنن ترمذی: ۳۰۴ وقال: ''ھذا حدیث حسن صحیح'' وصححہ ابن حبان وابن الجارود وغیرہما/ نورالعینین ص ۱۰۴)

۶) سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ

نمبر۱۳۱ تا ۱۸۳، میں رکوع سے پہلے اور بعد میں ترکِ رفع یدین کا نام ونشان نہیں بلکہ عدمِ ذکر ہے۔ (نیز دیکھئے فقرہ سابقہ: ۵)

اس کے مقابلے میں سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے تین مقامات پر رفع یدین ثابت ہے:

تکبیر (تحریمہ) کے وقت، رکوع کے وقت اور رکوع سے اٹھ کر۔ (جزء رفع الیدین: ۲۲ وسندہ صحیح)

۷) سیدنا جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ

نمبر۱۸۴ تا ۲۱۰ میں رکوع سے پہلے اور بعد کی صراحت سے ترکِ رفع یدین کا نام و نشان نہیں بلکہ عدمِ ذکر ہے اور حدیث مذکور کا تعلق حالتِ قعود میں تشہد والے اشارے سے

ہے، جس پر آج کل بھی شیعہ وروافض عمل پیرا ہیں۔

(تفصیل کے لئے دیکھئے جزء رفع الیدین: ۳۷، نور العینین ص ۱۲۷)

۸) سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ

نمبر ۲۱۱، ۲۱۴ میں محمد بن ابی لیلیٰ ضعیف ہے۔ (دیکھئے فقرہ سابقہ: ۲)

نمبر ۲۱۲ میں ''حدثت'' کا قائل مجہول ہے اور مسلم بن خالد جمہور کے نزدیک ضعیف ہے۔

نمبر ۲۱۳، ۲۱۵ میں عطاء بن السائب مختلط ہے۔ (دیکھئے الکواکب النیرات ص ۳۳۱)

نمبر ۲۱۶ تا ۲۲۰ میں عدم ذکر ہے۔

اس کے مقابلے میں یہ ثابت ہے کہ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ رکوع سے پہلے اور رکوع کے بعد رفع یدین کرتے تھے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ ۱/ ۲۳۵ ح ۲۴۳۱ وسندہ حسن، نور العینین ص ۱۶۰)

۹) سیدنا وائل بن حجر رضی اللہ عنہ

نمبر ۲۲۱ تا ۲۲۵ میں عدمِ ذکر ہے۔

اس کے مقابلے میں امام سعید بن جبیر رحمہ اللہ کی وہ روایت ہے کہ صحابۂ کرام شروع نماز، رکوع کے وقت اور رکوع سے سر اٹھانے کے بعد رفع یدین کرتے تھے۔

(السنن الکبریٰ للبیہقی ۲/ ۷۵ وسندہ صحیح)

صحابۂ کرام میں سیدنا وائل رضی اللہ عنہ بھی شامل ہیں اور ان کا استثناء کسی صحیح یا حسن لذاتہ دلیل سے ثابت نہیں۔ سیدنا وائل کی مرفوع حدیث کے لئے دیکھئے صحیح مسلم (ح ۴۰۱)

۱۰) سیدنا مالک بن الحویرث رضی اللہ عنہ

نمبر ۲۲۶، ۲۲۷ میں عدم ذکر ہے اور سیدنا مالک بن الحویرث رضی اللہ عنہ سے رکوع سے پہلے اور بعد والا رفع یدین مرفوعاً اور موقوفاً دونوں طرح ثابت ہے۔

(دیکھئے صحیح بخاری: ۷۳۷، صحیح مسلم: ۳۹۱)

۱۱) امام سلیمان بن یسار تابعی رحمہ اللہ

اس روایت (۲۲۸) میں عدمِ ذکر ہے اور روایت بھی مرسل (منقطع) ہے۔

مصنف ابن ابی شیبہ کی ایک روایت سے ظاہر ہے کہ سلیمان بن یسار رحمہ اللہ نے شروع نماز، رکوع کے وقت اور رکوع سے سر اٹھا کر (تینوں مقامات والے) رفع یدین کو بھی روایت کیا ہے۔ (دیکھئے ج ا ص ۲۳۵ ح ۲۴۲۹ وسندہ صحیح الی سلیمان بن یسار رحمہ اللہ)

۱۲) سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا

نمبر ۲۲۹ تا ۲۳۲ میں عدمِ ذکر ہے۔

۱۳) سیدنا ابو مسعود الانصاری رضی اللہ عنہ

اسانید سے قطع نظر عرض ہے کہ نمبر ۲۳۳۔۲۳۴ دونوں روایتوں میں عدمِ ذکر ہے۔

۱۴) سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ

نمبر ۲۳۵ تا ۲۴۷ تمام روایتوں میں ترکِ رفع یدین کا نام ونشان نہیں بلکہ عدمِ ذکر ہے۔

اس کے مقابلے میں سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے شروع نماز، رکوع سے پہلے اور رکوع کے بعد (تینوں مقامات پر) رفع یدین ثابت ہے۔ (جزء رفع الیدین: ۲۰ وسندہ صحیح)

۱۵) سیدنا ابو مالک الاشعری رضی اللہ عنہ

نمبر ۲۴۸ تا ۲۵۱ میں عدمِ ذکر ہے اور رکوع سے پہلے اور بعد والے رفع یدین کے ترک کا نام ونشان نہیں، لہٰذا آصف صاحب کا یہ استدلال بھی غلط ہے۔

فائدہ: سیدنا ابو مالک الاشعری رضی اللہ عنہ کی اس روایت سے صاف ظاہر ہے کہ مردوں اور عورتوں کی نماز کا طریقہ ایک ہے اور ہیئتِ نماز میں کوئی فرق نہیں، لہٰذا آلِ دیوبند اس حدیث کے الفاظ کے بھی مخالف ہیں۔

۱۶) سیدنا علی رضی اللہ عنہ

اسانید سے قطعِ نظر نمبر ۲۵۲ تا ۲۵۶ میں عدمِ ذکر ہے اور اس کے مقابلے میں سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی مرفوع حدیث میں شروع نماز، رکوع سے پہلے اور رکوع کے بعد رفع یدین ثابت ہے، نیز دو رکعتوں سے اٹھ کر بھی رفع یدین ثابت ہے۔

(دیکھئے سنن ترمذی: ۳۴۲۳ وقال: "صحیح حسن"، جزء رفع الیدین للبخاری: ۱، وسندہ حسن)

امام ترمذی نے ایک حدیث کے بارے میں فرمایا:

” و معنى قوله إذا قام من السجدتين ، يعني إذا قام من الركعتين “

اورآپ کے ارشاد: إذا قام من السجدتين کامعنی یہ ہے کہ جب دورکعتوں سے اٹھتے تھے۔ (سنن ترمذی:۳۰۴ وقال:ھذا حدیث حسن صحیح)

۱۷) سیدنا ابوموسیٰ الاشعری رضی اللہ عنہ

نمبر ۲۵۷ تا ۲۶۱ میں عدمِ ذکر ہے اوراس آصفی محرفانہ استدلال کے مقابلے میں سیدنا ابوموسیٰ الاشعری رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً وموقوفاً شروع نماز، رکوع سے پہلے اور رکوع کے بعد رفع یدین ثابت ہے۔ (سنن دارقطنی ۱/۲۹۲ ح ۱۱۱۱، وسندہ صحیح، نورالعینین ص ۱۱۸)

۱۸) سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ

آصف صاحب کی پیش کردہ دونوں روایتوں (نمبر ۲۶۲، ۲۶۳) میں عدمِ ذکر ہے اور اس کے مقابلے میں سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً وموقوفاً دونوں طرح تکبیر تحریمہ، رکوع سے پہلے اور رکوع کے بعد رفع یدین ثابت ہے۔

(مسند السراج ص ۶۲۔۶۳ ح ۹۲ وسندہ حسن، ابوالزبیر صرح بالسماع والحمدللہ)

۱۹) سیدنا ابوسعید الخدری رضی اللہ عنہ

نمبر ۲۶۴ میں عدمِ ذکر ہے، جو کہ نفیِ ذکر کی دلیل نہیں۔ (دیکھئے فقرہ سابقہ:۱)

آصف صاحب کی پیش کردہ مرفوع روایات ختم ہوئیں اوراس آصفی استدلال کے مقابلے میں درج ذیل صحابہ سے رفع یدین کی مرفوع روایات ثابت ہیں:

(۱) عبداللہ بن عمر (۲) مالک بن الحویرث (۳) وائل بن حجر (۴ تا ۸) ابوحمید الساعدی بتصدیق ابی قتادہ وابی اسید الساعدی وابی ہریرہ ومحمد بن مسلمہ (۹) علی بن ابی طالب (۱۰) ابوموسیٰ (۱۱) ابوبکر الصدیق (۱۲) عبداللہ بن الزبیر (۱۳) انس بن مالک (۱۴) جابر بن عبداللہ الانصاری (۱۵) اورعمر بن الخطاب رضی اللہ عنہم اجمعین۔

(تفصیل کے لئے نورالعینین دیکھیں)

اب دیکھتے ہیں کہ آثارِ صحابہ میں آصف لاہوری صاحب نے کیا تیریا "تُکہ" مارا ہے؟

۱) سیدنا عمر رضی اللہ عنہ

نمبر ۲۶۵ تا ۲۶۸ میں ابراہیم نخعی مدلس ہیں۔

سیوطی نے ابراہیم نخعی کو مدلسین میں شامل کیا ہے۔ (دیکھئے اسماء من عرف بالتدلیس: ۲)

سیوطی کے بارے میں دیوبندی "مفتی" عبدالواحد قریشی نے لکھا ہے:

"فقہ شافعی کے عظیم مفسر، محدث، فقیہ، مورخ، جلال الدین سیوطیؒ (متوفی ۹۱۱ھ)"

(الیاس گھمن کا رسالہ "قافلۂ حق" جلد ۵ شمارہ ۴ ص ۴۴، اکتوبر تا دسمبر ۲۰۱۱ء)

اس ضعیف روایت کے مقابلے میں حسن اور صحیح روایت کے لئے دیکھئے فقرہ سابقہ: ۳

۲) سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ

نمبر ۲۶۹۔۲۷۰، ۲۷۲، ۲۷۵، ۲۷۶ والی سند میں ابوبکر النہشلی جمہور کے نزدیک موثق ہونے کی وجہ سے صدوق حسن الحدیث تھے، لیکن اُن کی یہ روایت اُن کا وہم اور غلطی ہے، لہٰذا ضعیف ہے۔ (تفصیل کے لئے دیکھئے نور العینین ص ۱۶۵)

نمبر ۲۷۱، ۲۷۷ کی سند میں ابوخالد عمرو بن خالد الواسطی کذاب ہے۔

(دیکھئے تحقیقی مقالات ج ۳ ص ۵۱۰)

دوسرے یہ کہ یہ اہلِ سنت کی کتاب نہیں بلکہ زیدی شیعوں کی کتاب ہے۔

فیض الباری میں زید بن علی کو ثقہ تسلیم کر کے لکھا ہوا ہے:

" إلا أن الآفة في كتابه من حيث جهالة ناقليه " صرف یہ کہ ان کی کتاب (مسند زید) میں ناقلین کے مجہول ہونے کی وجہ سے مصیبت آئی ہے۔ (ج ۲ ص ۲۴۱)

معلوم ہوا کہ آلِ دیوبند کے نزدیک بھی مسند زید نامی کتاب ثابت نہیں ہے۔

زیدی شیعوں کی اس مسند میں موضوعات کے ساتھ عجائب و غرائب بھی ہیں، مثلاً اذان میں حي علی خير العمل اور نماز میں بسم اللہ بالجہر بھی لکھا ہوا ہے۔ (ص ۸۳، ۹۳)

کیا آصف صاحب اور گھمن پارٹی والے ان باتوں پر عمل کرنے کے لئے تیار ہیں؟!

نمبر ۲۷۳۔۲۷۴ میں ابن فرقد شیبانی جمہور کے نزدیک مجروح وضعیف اور محمد بن ابان بن صالح جمہور کے نزدیک ضعیف ہے۔

۳) سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ

نمبر ۲۷۸ تا ۲۹۱ میں سفیان ثوری مدلس ہیں اور حدیث نمبر ۲۹۲ سے سفیان ثوری کا واسطہ گر گیا ہے۔ (دیکھئے فقرہ سابقہ:۱)

نمبر ۲۹۳۔۲۹۵ میں عدمِ ذکر ہے اور نمبر ۲۹۶۔۲۹۸ میں ابراہیم نخعی ہیں جو کہ سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی وفات کے بعد پیدا ہوئے تھے۔ (دیکھئے نور العینین ص ۱۶۶)

تنبیہ: ابراہیم نخعی کی مرسل و منقطع روایت صحیح نہیں بلکہ ضعیف ہوتی ہے۔

(دیکھئے کتاب الام للشافعی ج ۷ ص ۲۷۱۔۲۷۲، میزان الاعتدال ج ۱ ص ۷۵)

غیر واحد سے استدلال والے مغالطے کے جواب کے لئے دیکھئے نور العینین (ص ۱۶۶)

۴) سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ

نمبر ۲۹۹ تا ۳۰۰ میں امام ابوبکر بن عیاش رحمہ اللہ ہیں جو کہ جمہور کے نزدیک موثق ہونے کی وجہ سے صدوق حسن الحدیث تھے، لیکن اُن کی بیان کردہ یہ روایت باتفاقِ محدثین ان کا وہم ہے، لہٰذا یہ روایت ضعیف و مردود ہے۔ (دیکھئے نور العینین ص ۱۶۸۔۱۷۲)

نمبر ۳۰۱ میں عدمِ ذکر ہے اور نمبر ۳۰۲۔۳۰۳ میں محمد بن ابان بن صالح ضعیف اور محمد بن الحسن بن فرقد الشیبانی (عرف ابن فرقد) سخت مجروح ہے۔

(دیکھئے نور العینین ص ۱۷۲۔۱۷۳)

ان کے مقابلے میں سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہ سے رکوع سے پہلے اور بعد والے رفع یدین پر (زمانۂ تابعین میں بھی) عمل کرنا ثابت ہے۔ (دیکھئے صحیح بخاری: ۷۳۹)

آصف صاحب کے پیش کردہ آثار ختم ہوئے اور ترکِ رفع یدین ثابت نہ ہوا، بلکہ ان ضعیف و مردود اور غیر متعلقہ آثار کے مقابلے میں درج ذیل صحابہ سے رکوع سے پہلے اور بعد والا رفع یدین ثابت ہے:

(۱) عبداللہ بن عمر (۲) مالک بن الحویرث (۳) ابوموسیٰ الاشعری (۴) عبداللہ بن زبیر (۵) ابوبکرالصدیق (۶) انس بن مالک (۷) ابوہریرہ (۸) عبداللہ بن عباس (۹) جابر بن عبداللہ الانصاری اور (۱۰) عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہم اجمعین۔

(دیکھئے نور العینین ص ۱۵۹۔۱۶۱، وغیرہ)

اب آصفی آثارِ تابعین کا جائزہ پیشِ خدمت ہے:

نمبر ۳۰۴ میں طحاوی (۱/ ۲۲۷) کی روایت مذکورہ میں الحمانی سے مراد یحییٰ بن عبدالحمید الحمانی ہے۔ (دیکھئے شرح معانی الآثار ۳/ ۱۶۳، باب المقدار الذی یقطع فیہ السارق)

اور یہ حمانی جمہور کے نزدیک ضعیف و مجروح ہے۔

(دیکھئے اتحاف الخیرہ للبوصیری ۹/ ۴۹۶ ح ۹۴۳۴)

تنبیہ: آصف صاحب نے نقلِ روایت میں بھی گڑبڑ کی ہے۔ (دیکھئے ص ۲۰۱)

نمبر ۳۰۵ میں ابن فرقد مجروح، محمد بن ابان بن صالح ضعیف اور حماد بن ابی سلیمان مختلط و مدلس ہیں۔

نمبر ۳۰۶ میں ثوری مدلس ہیں۔ (اسماء المدلسین للسیوطی ص ۹۸ ت ۱۸، وقال: مشہور بہ)

نمبر ۳۰۸، ۳۱۰ میں مغیرہ بن مقسم مدلس ہیں۔ (اسماء من عرف بالتدلیس للسیوطی: ۷۲)

نمبر ۳۱۱ میں حجاج بن ارطاۃ ضعیف مدلس ہے اور طلحہ کا تعین مطلوب ہے۔

نمبر ۳۱۲ میں "بلغنا" کا قائل (مبلغ) نامعلوم ہے۔

نمبر ۳۰۷، ۳۰۹ میں لکھا ہوا ہے کہ "تو شروع نماز کے علاوہ کہیں بھی رفع یدین نہ کر۔"

جبکہ دیوبندی و بریلوی حضرات وتر اور عیدین میں بھی رفع یدین کرتے ہیں، لہٰذا یہ دونوں گروہ ابراہیم نخعی کے مذکورہ اثر کے سراسر خلاف ہیں۔

نمبر ۳۱۳ میں حمانی مجروح ہے، جیسا کہ نمبر ۳۰۴ کے تحت گزر چکا ہے۔

نمبر ۳۱۴ میں اشعث بن سوار ضعیف ہے۔ (دیکھئے نور العینین ص ۳۱۳)

نمبر ۳۱۵ تا ۳۱۷ میں ابن فرقد مجروح و ضعیف ہے۔ (دیکھئے نمبر ۳۰۵ کا جواب)

نمبر ۳۱۸ تا ۳۲۰ میں اصحاب عبداللہ اور اصحاب علی کا نام مذکور نہیں ، یعنی یہ تمام نامعلوم شاگرد مجہول تھے۔ (دیکھئے نورالعینین ص ۳۱۲)

نمبر ۳۲۱ میں اسماعیل بن ابی خالد مدلس ہیں اور سماع کی تصریح نہیں۔ اسماعیل رحمہ اللہ کی تدلیس کے لئے دیکھئے احسن الکلام (ج ۲ ص ۱۳۵، طبع دوم)

بعد میں احسن الکلام والی عبارت کو چپکے سے اُڑا دیا گیا ہے، جیسا کہ اس مضمون کے شروع میں نمبر ۱۰ کے تحت ذکر کیا گیا ہے۔

نمبر ۳۲۲ میں سفیان بن مسلم مجہول ہے۔ (دیکھئے نورالعینین ص ۳۱۴)

نمبر ۳۲۳ میں حجاج بن ارطاۃ ضعیف ہے۔ (دیکھئے نصب الرایہ ۱/۹۲)

اور مدلس بھی ہے۔ (دیکھئے نورالعینین ص ۳۱۴، اسماء المدلسین للسیوطی ص ۹۵)

نمبر ۳۲۴، ۳۲۵ میں جابر بن یزید الجعفی راوی ہے، جس کے بارے میں امام ابوحنیفہ نے فرمایا: " ما رأيت أحدًا أكذب من جابر الجعفي ولا أفضل من عطاء بن أبي رباح " میں نے جابر جعفی سے زیادہ جھوٹا کوئی نہیں دیکھا اور عطاء بن ابی رباح سے زیادہ افضل کوئی نہیں دیکھا۔ (کتاب العلل للترمذی مع الجامع ص ۸۹۱ وسندہ حسن)

اس گواہی سے دو باتیں ثابت ہوئیں:

۱: جابر جعفی کذاب تھا۔

۲: امام صاحب نے کسی صحابی کو نہیں دیکھا تھا، لہٰذا وہ تابعی نہیں تھے۔

نمبر ۳۲۶ میں کسی تابعی کا قول نہیں بلکہ اسحاق بن ابی اسرائیل نام کا ایک راوی تھا جو ۱۵۰ھ میں پیدا ہوا تھا اور اس کے بارے میں امام بغوی نے فرمایا:

" ثقة مأمون ، إلا أنه كان قليل العقل " وہ ثقہ مامون، لیکن کم عقل تھا۔

(تاریخ بغداد ۶/۳۶۱ ت ۳۳۸۳، سیر اعلام النبلاء ۱۱/۴۷۷)

تبع تابعین کے بعد ایک کم عقل ثقہ آدمی کی ذاتی رائے کی کیا حیثیت ہے؟!

نمبر ۳۲۷ میں مالکیوں کی مدوّنہ کتاب کا حوالہ دیا گیا ہے جو کہ غیر ثابت اور ناقابلِ

حجت کتاب ہے۔

(دیکھئے العبر فی خبر من غبر ۲/۱۲۲، دوسرا نسخہ ۱/۴۴۳، اور القول المتین فی الجہر بالتامین ص ۸۷)

ان آصفی آثار کے مقابلے میں درج ذیل تابعین سے رکوع سے پہلے اور بعد والا رفع یدین ثابت ہے:

(۱) محمد بن سیرین البصری (۲) ابو قلابہ البصری الشامی (۳) وہب بن منبہ الیمانی (۴) سالم بن عبداللہ بن عمر المدنی (۵) قاسم بن محمد بن ابی بکر المدنی (۶) عطاء بن ابی رباح المکی (۷) مکحول الشامی (۸) نعمان بن ابی عیاش المدنی الانصاری (۹) طاوس الیمانی (۱۰) سعید بن جبیر الکوفی اور (۱۱) حسن بصری وغیرہم رحمہم اللہ۔

(دیکھئے نور العینین ص ۳۱۶)

ثابت ہوا کہ مکہ، مدینہ، بصرہ، شام اور یمن سب مقامات پر رکوع سے پہلے اور بعد والا رفع یدین کیا جاتا تھا اور دورِ تابعین میں اس پر عمل جاری وساری تھا، لہٰذا رفع یدین مذکور کی منسوخیت یا متروکیت کا دعویٰ باطل ومردود ہے۔

انصاف پسند قارئین کرام کی خدمت میں عرض ہے کہ آپ نے دیکھ لیا، آصف لاہوری دیوبندی نے آلِ دیوبند کے ساتھ مل کر اپنے زعم باطل میں ''ترک رفع الیدین پر ۳۲۷ صحیح احادیث وآثار کا مجموعہ'' پیش کیا، حالانکہ اس سارے مجموعے کا خلاصہ صرف دو چیزیں ہیں:

۱: صحیح مرفوع وموقوف روایات، لیکن ان میں ترکِ رفع الیدین کا نام ونشان نہیں، لہٰذا انھیں رکوع سے پہلے اور بعد والے رفع الیدین کے خلاف پیش کرنا غلط، باطل اور مردود ہے۔

۲: ضعیف ومردود سندوں سے مروی مرفوع وموقوف روایات، جن سے استدلال غلط، باطل اور مردود ہے۔

آصف صاحب اینڈ پارٹی نہ تو نبی کریم ﷺ سے ترکِ رفع الیدین صراحت اور صحیح

سند کے ساتھ ثابت کر سکے ہیں اور نہ کسی ایک صحابی سے رکوع سے پہلے اور بعد کی صراحت کے ساتھ صحیح یا حسن سند سے ترک کا کوئی ثبوت پیش کیا ہے، لہٰذا آصف صاحب کی یہ کتاب آصف اور آلِ دیوبند کی شکست فاش ہے، جبکہ رکوع سے پہلے اور بعد والا رفع الیدین صحیح و حسن لذاتہ اسانید کے ساتھ رسول اللہ ﷺ سے بھی ثابت ہے اور صحابۂ کرام و جمہور تابعین عظام سے بھی ثابت ہے۔

رہ گیا ایک تابعی کا انفرادی وشاذ عمل تو اس کے مقابلے میں تابعین عظام کا جمِ غفیر ہے اور نبی کریم وصحابۂ کرام کے مقابلے میں ایک تابعی یا مجہول لوگوں کے عمل کی حیثیت ہی کیا ہے؟!

تفصیل کے لئے دیکھئے امام بخاری کی مشہور کتاب: جزء رفع الیدین اور راقم الحروف کی کتاب: نور العینین فی اثبات رفع الیدین، **والحمد للہ ربّ العالمین**

(۸/ نومبر ۲۰۱۱ء)

اعلان

کئی سندوں سے مروی ایک مرفوع روایت: "**من تعزی بعزاء الجاهلية...**" کو بعض علماء نے صحیح قرار دیا ہے اور اخی فی اللہ محترم ڈاکٹر عبدالحفیظ سموں حفظہ اللہ نے لکھا ہے: "...زبیر علی زئی حفظہ اللہ کی تحقیق کے مطابق بھی یہ حدیث کم سے کم "حسن" ضرور ہے۔" (کیا باطل پر تنقید فرقہ واریت ہے؟ ص ۲۱)

عرض ہے کہ یہ روایت راقم الحروف کے نزدیک حسن نہیں بلکہ ضعیف ہے جیسا کہ مشکوٰۃ المصابیح (۴۹۰۲) کی تخریج و تحقیق میں مکتبہ اسلامیہ لاہور وفیصل آباد سے شائع شدہ ہے۔ ایک سند میں حسن بصری مدلس ہیں اور دوسری سند میں سفیان بن عیینہ مدلس ہیں اور عام لوگوں کو بھی معلوم ہو چکا ہے کہ میرے نزدیک ضعیف + ضعیف والی روایت ضعیف ہی ہوتی ہے، اگرچہ بعض لوگ اسے حسن لغیرہ بھی سمجھتے ہوں۔

(۱۷/ دسمبر ۲۰۱۱ء)

حافظ زبیر علی زئی

ابو محمد عبداللہ بن محمد بن یعقوب الحارثی البخاری اور محدثین کی جرح

اس مختصر، جامع اور غیر جانبدار تحقیقی مضمون میں مسند ابی حنیفہ کے مصنف، حنفی فقیہ و استاد اور ماوراء النہر کے حنفیوں کے ایک امام ابو محمد عبداللہ بن محمد بن یعقوب بن حارث بن خلیل الحارثی البخاری الکلاباذی السبذمونی الجیدمونی الخلوتی (متوفی ۳۴۰ھ) کا محدثین کرام اور بعض الناس کے علمائے معتمدین کے نزدیک جرح و تعدیل کی گواہیوں سے صحیح علمی مقام و تذکرہ باحوالہ جات و دلائل پیشِ خدمت ہے:

جرح

ابو محمد الحارثی پر درج ذیل محدثین کرام اور بعض الناس کے علمائے معتمدین کی جرح ثابت ہے، جسے ارقام (نمبروں) کی ترتیبِ مسلسل سے لکھا گیا ہے:

۱) ابو محمد الحارثی کے شاگرد اور مشہور مصنف امام ابو زرعہ احمد بن الحسین بن علی بن ابراہیم بن الحکم الرازی الصغیر رحمہ اللہ (متوفی ۳۷۵ھ) نے اپنے استاد عبداللہ بن محمد بن یعقوب الحارثی کے بارے میں ایک سوال کے جواب میں (گواہی دیتے ہوئے) فرمایا:

"**ضعیف**" وہ ضعیف ہے۔

(سوالات حمزہ بن یوسف السہمی للدارقطنی وغیرہ: ۳۱۸، تاریخ بغداد ۱۰/ ۱۲۷ ت ۵۲۶۲ وسندہ صحیح)

امام ابو زرعہ الرازی الصغیر کے بارے میں خطیب بغدادی نے فرمایا:

"**و کان حافظًا متقنًا ثقة**" اور وہ ثقہ متقن حافظ تھے۔ (تاریخ بغداد ۴/ ۱۰۹ ت ۱۷۶۷)

حافظ ذہبی نے فرمایا: "**الإمام الحافظ الرحال الصدوق ... و کان واسع الرحلة، جیّد المعرفة**" امام حافظ، کثرت سے سفر کرنے والے، بہت سچے...اور آپ

بہت زیادہ سفر کرنے والے تھے، آپ کو (حدیث و رجال کی) بہت اچھی معرفت حاصل تھی۔ (سیر اعلام النبلاء ج ۱۷ص ۴۶)

امام ابوزرعہ الرازی الصغیر اور ابو محمد الحارثی کے درمیان کسی قسم کی دشمنی یا مخالفت کا کوئی ثبوت نہیں ملا، لہٰذا یہ ایک غیر جانبدار سچے (اور جرح و تعدیل سے واقف) انسان کی گواہی ہے۔

۲) ابوعبداللہ الحافظ (حاکم نیشاپوری صاحب المستدرک، متوفی ۴۰۵ھ) نے فرمایا:

" فسمعت أبا أحمد الحافظ يقول : كان عبد الله بن محمد بن يعقوب الأستاذ ينسج الحديث ، قال : و لست أرتاب فيما ذكره أبو أحمد من حاله فقد رأيت في حديثه عن الثقات من الأحاديث الموضوعة ما يطول بذكره الكتاب و ليس يخفي حاله علىٰ أهل الصنعة "

پس میں نے ابواحمد الحافظ (حاکم کبیر صاحب الکنی، متوفی ۳۷۸ھ) کوفرماتے ہوئے سنا: استاد عبداللہ بن محمد بن یعقوب حدیثیں بناتا تھا۔

(حاکم نیشاپوری نے) کہا: ابواحمد نے اس کا جو حال بیان کیا ہے مجھے اس میں کوئی شک نہیں، کیونکہ میں نے اس کی حدیثوں میں موضوعات (من گھڑت جھوٹی روایتیں) دیکھی ہیں جن کے ذکر سے کتاب لمبی ہو جائے گی اور اس کا حال حدیث و رجال کے ماہرین پر مخفی نہیں ہے۔ (کتاب القراءت خلف الامام طبع دار الکتب العلمیہ بیروت لبنان ص ۱۷۸، ح ۳۸۸، طبع ادارہ احیاء السنہ گرجاکھ گوجرانوالہ ص ۱۵۴۔۱۵۵ ح ۳۶۷)

حوالۂ مذکورہ میں ابواحمد الحاکم محمد بن محمد بن احمد بن اسحاق رحمہ اللہ نے ابو محمد الحارثی کو کذاب قرار دیا ہے۔

تنبیہ: میرے پاس کتاب القراءۃ خلف الامام للبیہقی کے دو قلمی نسخوں (مخطوطوں) کی مکمل فوٹوسٹیٹ موجود ہے اور دونوں کتابوں میں حوالہ مذکورہ اس طرح لکھا ہوا ہے کہ "**كان عبد الله بن محمد بن يعقوب الأستاذ ينسخ الحديث**"

(مخطوط قدیم ص ۶۹ ب، مخطوطہ جدیدہ راشدیہ سندھیہ ص ۵۱ ا)

ممکن ہے کہ یہ تصحیف ہو جیسا کہ حوالۂ مذکورہ کے مکمل سیاق سے ظاہر ہے، ورنہ ابو محمد الحارثی کے پاس احادیث کو منسوخ کرنے کا اختیار کہاں سے آ گیا تھا؟!

مکتبہ شاملہ میں کتاب القراءۃ خلف الامام للبیہقی والے نسخے میں ''**یشبج الحدیث**'' کے الفاظ ہیں۔ (ج ا ص ۳۸۴ ح ۳۳۷)

جس راوی پر جمہور محدثین کی جرح ثابت ہو تو اس کے بارے میں ''**یشبج الحدیث**'' کا مطلب ''**یضع الحدیث**'' ہوتا ہے اور جس راوی کی توثیق جمہور محدثین سے ثابت ہو تو اس کے بارے میں ''**یشبج الحدیث**'' کا مطلب جارح کے نزدیک ''**یضطرب في أحادیثه**'' ہوتا ہے اور یہاں یہ جرح جمہور کی توثیق کے خلاف ہونے کی وجہ سے مرجوح اور نا قابلِ قبول ہوتی ہے۔

۳) ابو عبداللہ الحاکم النیسابوری رحمہ اللہ نے (متوفی ۴۰۵ھ) نے ابو محمد الحارثی کو موضوع روایات بیان کرنے والا قرار دیا، جیسا کہ فقرہ نمبر ۲ میں گزر چکا ہے۔

۴) حافظ ابو یعلیٰ خلیل بن عبداللہ بن احمد بن خلیل الخلیلی القزوینی رحمہ اللہ (متوفی ۴۴۶ھ) نے فرمایا: ''**یعرف بالأستاذ . له معرفة بهذا الشان و هو لیّن ضعفوه ، یأتي بأحادیث یخالف فیها. حدثنا عنه الملاحمي و أحمد بن محمد بن الحسین البصیر بعجائب ...**'' وہ استاد (کے لقب) سے معروف ہے، اسے اس علم کی معرفت حاصل تھی اور وہ کمزور ہے، انھوں (محدثین) نے اسے ضعیف قرار دیا ہے، وہ ایسی احادیث بیان کرتا تھا جس میں اس کی مخالفت کی جاتی تھی۔ ملاحمی اور احمد بن محمد بن حسین البصیر نے ہمیں اس سے عجیب روایتیں بیان کیں۔

(الارشاد فی معرفۃ علماء الحدیث ۹۷۲/۳ ت ۸۹۹)

بعض نے خلیلی سے یہ بھی نقل کیا ہے کہ وہ ابو محمد (البخاری) تدلیس کرتا تھا۔ واللہ اعلم

۵) حافظ خطیب بغدادی (متوفی ۴۶۳ھ) نے ابو محمد الحارثی کے بارے میں فرمایا:

''**صاحب عجائب و مناکیر و غرائب**'' عجیب و غریب اور منکر روایتیں بیان

کرنے والا۔ (تاریخ بغداد ۱۰/ ۱۲۶ت ۵۲۶۲)

اورفرمایا: ” و ليس بموضع الحجة “ وہ (روایت میں) حجت بنانے کے مقام پرنہیں ہے۔ (تاریخ بغداد ۱۰/ ۱۲۷ت ۵۲۶۲)

٦) امام ابوسعد عبدالکریم بن محمد بن منصور التمیمی السمعانی رحمہ اللہ (متوفی ۵۶۲ھ) نے ابومحمد الحارثی الاستاذ کے بارے میں گواہی دیتے ہوئے فرمایا:

” عرف بالأستاذ لأنه كان يختص بدار الأمير الجليل إسماعيل بن أحمد الساماني و يسألونه فيها عن أشياء فيجيب ، عرف بالأستاذ ولم يكن موثوقًا به فيما ينقله ... و ذكره الحفاظ في تواريخهم و وصفوه برواية المناكير والأباطيل “ وہ استاد کے (لقب کے) ساتھ مشہور ہوا، کیونکہ وہ امیر جلیل اسماعیل بن احمد السامانی کے گھر سے خاص (تعلق رکھتا) تھا اور لوگ اس سے (کئی) چیزوں کے بارے میں پوچھتے تو وہ جواب دیتا تھا، وہ استاد کے ساتھ مشہور ہوا اور اپنی روایات میں وہ قابلِ اعتماد نہیں تھا...حفاظ نے اسے اپنی تاریخوں میں ذکر کیا اور فرمایا کہ وہ منکر اور باطل روایتیں بیان کرتا تھا۔ (الانساب للسمعانی ۱/ ۱۲۹، الاستاذ)

سمعانی نے مزید فرمایا:

” الفقيه الحارثي .. و كان شيخًا مكثرًا من الحديث ، غير أنه كان ضعيفًا فى الرواية ، غير موثوق به فيما ينقله ... و إنما قيل له الأستاذ لأنه كان فقيه دار السلطان السعيد ... و قال الحاكم أبو عبد الله الحافظ: عبد الله الأستاذ صاحب عجائب و أفراد عن الثقات ، سكتوا عنه .“ حارثی فقیہ...اور کثرت سے حدیثیں بیان کرنے والا شیخ تھا، لیکن وہ روایت میں ضعیف تھا، اپنی نقلِ روایات میں ناقابلِ اعتماد تھا...اسے استاد صرف اس وجہ سے کہا گیا کہ وہ سلطان سعید کے گھر کا فقیہ تھا...اور ابوعبداللہ الحافظ الحاکم (صاحب المستدرك على الصحيحين) نے فرمایا: استاد عبداللہ ثقہ راویوں سے عجیب وغریب روایتیں بیان کرنے والا تھا، وہ (محدثین

کے نزدیک) متروک ہے۔ (الانساب ۳/۲۱۳۔۲۱۴، السبذمونی)

۷) حافظ ابوالفرج ابن الجوزی البغدادی (متوفی ۵۹۷ھ) نے اسے اپنی مشہور کتاب: ''کتاب الضعفاء والمتروکین'' میں ذکر کیا اور (بغیر سند کے کسی) ابوسعید الرواس (؟) سے نقل کیا: '' کان یتھم بوضع الحدیث '' وہ حدیثیں گھڑنے کے ساتھ متہم تھا۔

(ج ۲ ص ۱۴۱ ت ۲۱۱۸)

ابن الجوزی کی اپنی جرح تو ثابت ہوگئی اور ابوسعید الرواس کی جرح باسند متصل ثابت نہیں ہے۔

تنبیہ: ابوسعید الرواس بندار بن علی بن حسین سے کئی راوی روایت بیان کرتے تھے اور اس کی مجلس املاء بھی قائم تھی، جیسا کہ مولانا ارشاد الحق اثری فیصل آبادی حفظہ اللہ نے اپنے مضمون: ''مسند الإمام أبي حنیفة للحارثي : ایک تجزیہ وتبصرہ'' میں بحوالہ بغیۃ الوعاۃ للسیوطی (ص ۴۴۴) معجم السفر للسلفی (رقم ۱۱۴۳) اور تاریخ دمشق لابن عساکر (۵۳/ ۳۵۱) وغیرہ کے حوالوں سے لکھا ہے:

(دیکھئے ہفت روزہ الاعتصام لاہور، جلد ۶۳ شمارہ ۴۲ ص ۲۰، اکتوبر نومبر ۲۰۱۱ء)

۸) ابوالحسن علی بن محمد بن محمد بن عبدالکریم عرف ابن الاثیر الجزری (متوفی ۶۳۰ھ) نے ابومحمد الحارثی کے بارے میں فرمایا: '' عرف بالأستاذ ولم یکن ثقة ''

وہ استاد کے ساتھ معروف تھا اور ثقہ نہیں تھا۔ (اللباب فی تہذیب الانساب ۱/ ۴۷، الاستاذ)

اور فرمایا: '' وکان غیر ثقة ، له مناکیر '' اور وہ ثقہ نہیں تھا، اس کی منکر روایتیں ہیں۔

(اللباب فی تہذب الانساب ۱/ ۴۲۷، السبذمونی)

۹) حافظ ذہبی نے ابومحمد الحارثی کو '' الشیخ الإمام الفقیه العلامة المحدّث ، عالم ماوراء النھر '' لکھنے کے باجود فرمایا:

'' قد ألّف مسندًا لأبي حنیفة الإمام و تعب علیه و لکن فیه أوابد ما تفوّه بھا الإمام راجت علیٰ أبي محمد . '' اس نے امام ابوحنیفہ کے لئے (روایات جمع کر

کے) ایک مسند لکھی اور اس میں اپنے آپ کو مشقت میں ڈالا، لیکن اس (کتاب) میں ایسی عجیب وغریب چیزیں ہیں کہ جنھیں امام (ابوحنیفہ) نے اپنی زبان سے (کبھی) نہیں نکالا، یہ ابومحمد (الحارثی کی زبان) پر جاری ہوگئی تھیں۔ (سیر اعلام النبلاء ۱۵/ ۴۲۵)

اس بیان میں حافظ ذہبی نے حارثی مذکور کو کذاب قرار دیا، لہٰذا اول عبارت میں شیخ سے مراد: ماوراء النہر کے حنفی عوام کا شیخ، امام سے مراد: ماوراء النہر کے حنفی عوام کا امام، فقیہ سے مراد: ماوراء النہر کے حنفی عوام کا فقیہ، علامہ سے مراد: ماوراء النہر کے حنفی عوام کا علامہ اور محدث سے مراد: ماوراء النہر کے حنفی عوام کا محدث ہے جیسا کہ ذہبی کی عبارت کے اختتام: عالم ماوراء النہر سے ظاہر وباہر ہے۔

حافظ ذہبی نے حارثی مذکور کو اپنی مشہور کتاب: دیوان الضعفاء والمتروکین میں ذکر کر کے فرمایا: " يأتي بعجائب واهية " وہ عجیب کمزور روایتیں لاتا تھا۔ (ص ۱۷۶، رقم ۱۸۹۶)

ثابت ہوا کہ حافظ ذہبی کے نزدیک بھی حارثی مذکور ثقہ وصدوق نہیں، بلکہ مجروح، ضعیف ومتروک تھا۔

۱۰) شمس الدین محمد بن عبداللہ بن محمد القیسی الدمشقی عرف ابن ناصر الدین رحمہ اللہ (متوفی ۸۴۲ھ) نے ابومحمد الحارثی السبذمونی الاستاد کے بارے میں بغیر کسی مخالفت کے فرمایا: " و لم يكن ثقة ... قاله ابن السمعاني " وہ ثقہ نہیں تھا... یہ بات ابن السمعانی نے فرمائی ہے۔ (توضیح المشتبہ ج۱ ص۱۹۶ ط مؤسسۃ الرسالہ)

۱۱) برہان الدین الحلبی عرف ابن العجمی رحمہ اللہ (متوفی ۸۴۱ھ) نے ابومحمد الحارثی کو اپنی مشہور کتاب: " الكشف الحثيث عمن رمی بوضع الحديث " میں ذکر کیا اور امام سلیمانی سے اس پر درج ذیل جرح نقل کی:

" كان يضع هذا الإسناد على هذا المتن و هذا المتن على هذا الإسناد "

وہ حدیث گھڑتے ہوئے اس سند کو اس متن کے ساتھ اور اس متن کو اس سند کے ساتھ لگا دیتا تھا۔ اس کے بعد ابن العجمی نے فرمایا: " وهذا ضرب من الوضع " اور یہ وضعِ حدیث کی

ایک قسم ہے۔ (ص ۲۴۸ ت ۴۱۱)

اس بیان میں حافظ ابن العجمی نے حارثی مذکور کو وضاع، کذاب یعنی روایتیں گھڑنے والا قرار دیا۔

۱۲) ابو محمد الحارثی (متوفی ۳۴۰ھ) کی سند سے ایک روایت آئی ہے:

"**اللھم اجعل سواکي رضاك عني و اجعله ...**"

عبدالرحمٰن بن ابی بکر سیوطی نے موضوع روایات والی اپنی کتاب میں یہ روایت بحوالہ دیلمی بسند الحارثی البخاری الاستاذ نقل کی اور حارثی پر حافظ ذہبی وغیرہ کے حوالے سے شدید جرح لکھی۔ (دیکھئے ذیل اللآلی المصنوعۃ ص ۹۹، طبع مکتبہ اثریہ سانگلہ ہل پاکستان)

ثابت ہوا کہ سیوطی کے نزدیک بھی حارثی مذکور "**متھم بوضع الحدیث**" تھا۔

۱۳) محمد طاہر بن علی الہندی الفتنی (پٹنی متوفی ۹۸۶ھ) نے فقرہ نمبر ۱۲، والی روایت ذکر کر کے کہا: "**فیه متھم بالوضع**" اس میں متہم بالوضع راوی ہے۔

(تذکرۃ الموضوعات ص ۳۲)

جو راوی جمہور کے نزدیک مجروح ہو اور متہم بالوضع بھی ہو تو اس کے بارے میں متہم سے مراد یہ ہوتا ہے کہ محدثین کرام نے گواہیاں دیتے ہوئے اس راوی کو وضعِ حدیث کا مرتکب یعنی جھوٹا قرار دیا ہے، لہٰذا ایسے راوی کی ہر منفرد روایت مردود، باطل و موضوع ہوتی ہے۔

☆ ابوسعید الرواس (؟) کی غیر ثابت جرح فقرہ نمبر ۷ میں گزر چکی ہے۔

☆ حافظ ذہبی اور حافظ ابن حجر العسقلانی وغیرہما نے بغیر کسی سند کے ابو محمد الحارثی کے شاگرد اور امام ابو الفضل احمد بن علی بن عمرو بن حمد السلیمانی البیکندی البخاری رحمہ اللہ (متوفی ۴۰۴ھ) سے نقل کیا: "**کان یضع ھذا الإسناد علٰی ھذا المتن و ھذا المتن علٰی ھذا الإسناد . و ھذا ضرب من الوضع**" وہ حدیث گھڑتے ہوئے اس سند کو اس متن کے ساتھ اور اس متن کو اس سند کے ساتھ لگا دیتا تھا اور یہ وضعِ حدیث کی ایک قسم ہے۔

(دیکھئے میزان الاعتدال ۲/ ۴۹۶ ت ۴۵۷۱، دوسرا نسخہ ۴/ ۱۸۹، لسان المیزان ۳/ ۳۴۹، دوسرا نسخہ ۴/ ۱۴۱)

☆ حافظ ذہبی نے حارثی مذکور کے بارے میں بغیر کسی سند کے لکھا ہے:

"وكان ابن مندة يحسن القول فيه"

اور ابن مندہ اس کے بارے میں اچھی بات کرتے تھے۔ (سیر اعلام النبلاء ۱۵/۴۲۴)

اور اس کے مقابلے میں عبدالقادر القرشی: تقلیدی حنفی (متوفی ۷۷۵ھ) نے بغیر کسی سند کے لکھا ہے: "روى عنه أبو عبد الله بن مندة ... قال: وكان غير ثقة وله مناكير" اس (حارثی) سے ابوعبداللہ بن مندہ نے روایت بیان کی... اس نے کہا: اور وہ ثقہ نہیں تھا اور اس کی منکر روایتیں ہیں۔ (الجواہر المضیئہ فی طبقات الحنفیہ ص ۲۸۹ ت ۷۶۲)

نیز دیکھئے قاسم بن قطلوبغا (!!) کی کتاب: تاج التراجم (ص ۱۷۶ ت ۱۲۳)!!!

یہ دونوں اقوال اور دوسرے بے سند و غیر ثابت مذکورہ اقوال بے سند و غیر ثابت ہونے کی وجہ سے مردود ہیں۔

خلاصۃ التحقیق: ابومحمد عبداللہ بن محمد بن یعقوب الحارثی البخاری السبذمونی جمہور محدثین اور بعض الناس کے علمائے معتمدین کے نزدیک ضعیف، مجروح اور وضاع (کذاب) وغیرہ تھا اور کسی ایک مستند عالم سے اس کی صریح توثیق ثابت نہیں ہے۔

بعض آلِ تقلید کا جمہور محدثین وعلماء بشمول حافظ ذہبی کی جرح کو شیخ، امام، فقیہ، علامہ، محدث اور استاد کے القاب کی مدد سے رد کرنا کئی وجہ سے باطل ہے۔ مثلاً:

۱: جمہور کے مقابلے میں ایک دو کے تعریفی کلمات کی کوئی حیثیت نہیں ہوتی اور تعارض کے وقت، تطبیق نہ ہونے کی حالت میں ہمیشہ جمہور ماہرین اسماء الرجال کو ہی ترجیح ہوتی ہے۔ سرفراز خان صفدر دیوبندی گکھڑوی کڑمنگی نے علانیہ لکھا ہے:

"بایں ہمہ ہم نے توثیق وتضعیف میں جمہور ائمہ جرح وتعدیل اور اکثر ائمہ حدیث کا ساتھ اور دامن نہیں چھوڑا۔" (احسن الکلام طبع جون ۲۰۰۶ء ج ۱ ص ۶۱، طبع دوم ج ۱ ص ۴۰)

نہایت افسوس سے عرض ہے کہ فرقۂ دیوبندیہ و بریلویہ نے اسماء الرجال میں ابومحمد الحارثی، ابن فرقد الشیبانی، قاضی ابویوسف، محمد بن اسحاق بن یسار اور بہت سے راویوں کے

بارے میں جمہور ائمہ جرح و تعدیل اور اکثر ائمہ حدیث کا ساتھ اور دامن بالکل چھوڑ دیا ہے۔ گویا یہ آلِ تقلید ایک وادی میں ہیں اور محدثین کرام و علمائے حق دوسری وادی میں ہیں، یا شیعوں کی طرح ان تقلیدیوں کا اسماء الرجال بالکل علیحدہ ہے اور محدثین کرام و سلف صالحین کا اسماء الرجال ان سے علیحدہ ہے۔

۲: جس راوی پر جمہور کی جرح ثابت ہو تو پھر حافظ ذہبی کے مذکورہ کلمات ''شیخ، امام، فقیہ...'' توثیق نہیں بن جاتے مثلاً:

(۱) ابو بشر احمد بن محمد بن عمرو بن مصعب المروزی فقیہ تھا، اس کے بارے میں امام دارقطنی نے فرمایا: '' **یضع الحدیث** '' وہ حدیثیں گھڑتا تھا۔ (الضعفاء والمتروکون للدارقطنی: ٦٠)

(۲) ابراہیم بن علی الآمدی ابن الفراء فقیہ تھا، اس کے بارے میں حافظ ذہبی نے فرمایا: وہ اپنے قصوں میں جھوٹ بولتا تھا۔ (میزان الاعتدال ۱/ ۵۰)

(۳) مشہور حنبلی فقیہ اور الإبانۃ عن شریعۃ الفرقۃ الناجیہ ومجانبۃ الفرق المذمومہ کا مصنف: عبید اللہ بن محمد بن بطہ العکبری جمہور کے نزدیک ضعیف و مجروح راوی ہے اور حافظ ذہبی نے فرمایا: '' **إمام لکنہ لین ، صاحب أوھام** '' وہ امام ہے، لیکن کمزور ہے (اور) صاحبِ اوہام ہے۔ (المغنی فی الضعفاء ۲/ ۳۱ ت ۳۹۴۴)

امام المغازی محمد بن اسحاق بن یسار جمہور کے نزدیک موثق ہونے کی وجہ سے صدوق حسن الحدیث راوی ہیں اور حافظ ذہبی نے فرمایا: '' **المدني الإمام رأی أنسًا** '' مدنی امام، آپ نے انس (رضی اللہ عنہ) کو دیکھا۔ (الکاشف ۳/ ۱۸ ت ۴۷۸۹)

لیکن انگریزی دور میں پیدا ہو جانے والے دیوبندی و بریلوی ''حضرات'' میں سے کئی اُن پر شدید جرح کرتے ہیں، بلکہ سرفراز خان صفدر کڑمنگی نے جھوٹ بولتے ہوئے لکھا ہے:

''محمدؒ بن اسحاقؒ کو گو تاریخ اور مغازی کا امام سمجھا جاتا ہے لیکن محدثینؒ اور ارباب جرح و تعدیل کا تقریباً پچانوے فیصدی گروہ اس بات پر متفق ہے کہ روایت حدیث میں اور خاص طور پر سنن اور احکام میں ان کی روایت کسی طور پر بھی حجت نہیں ہو سکتی اور اس لحاظ سے اُن

کی روایت کا وجود اور عدم بالکل برابر ہے، تصریحات ملاحظہ کریں۔''

(احسن الکلام طبع جون ۲۰۰۶ء ج ۲ ص ۷۷، طبع دوم ج ۲ ص ۷۰)

پچانویں فیصدی والی بات تو ''گوئبلز'' کا کالا جھوٹ ہے اور ''امام'' کو یہاں کلمۂ توثیق کیوں نہیں سمجھا گیا؟ سچ ہے کہ آلِ دیوبند کے لینے کے پیمانے اور ہیں اور دینے کے پیمانے اور ہیں۔ اصول شکنی اور مذہبی خودکشی کی یہ شرمناک مثال ہے کہ اپنے ہی خود ساختہ اصول سے ابو محمد الحارثی (کذاب) کو ثقہ ثابت کیا جا رہا ہے اور امام محمد بن اسحاق وغیرہ کے بارے میں اسی اصول کے پرخچے اڑا دیئے جاتے ہیں۔

جمہور کے نزدیک موثق اور ''فقیہ أهل الشام و شیخ أهل دمشق'' امام مکحول ''الفقیہ الحافظ'' وغیرہ کے بارے میں کڑمنگی نے لکھا ہے:

''اور جب مکحولؒ اور ابن اسحاقؒ وغیرہ ضعیف کمزور اور لیس بالمتین راویوں کی باری آئی ہے...'' (احسن الکلام طبع جدید ج ۲ ص ۱۱۳۔۱۱۴، طبع قدیم ج ۲ ص ۱۰۳)

جروح مذکورہ میں شیخ، امام اور فقیہ کے الفاظ کا جھٹکا کر دیا گیا ہے اور پھر یہ لوگ کس منہ سے کہتے ہیں کہ (جمہور کی جرح کے مقابلے میں) یہ کلماتِ توثیق ہیں؟!

(۴) آلِ دیوبند و آلِ بریلی کے موجودہ اکابر علماء اور مستند مصنفین و مدلسین یہ لکھ کر دے دیں کہ جس راوی کے بارے میں امام، فقیہ، شیخ، علامہ اور محدث کا لفظ مل جائے تو اس پر جمہور کی جرح مردود ہوتی ہے، پھر دیکھیں کہ ہم ان کا کیا حشر کرتے ہیں اور عین ممکن ہے کہ انھیں سر چھپانے کے لئے بھی جگہ نہ ملے۔ ان شاء اللہ

تصانیف: مسند ابی حنیفہ (یہ من گھڑت کتاب اردو میں مسند امام اعظم اور عربی میں حصکفی کے اختصار کے ساتھ مسند الامام الاعظم کے نام سے مطبوع ہے اور اس کی شرحیں بھی لکھی گئی ہیں۔!!

وفات: ۵/شوال ۳۴۰ھ (القند فی ذکر علماء سمرقند ص ۱۹۵ ت ۳۲۲)

(۶/نومبر ۲۰۱۱ء مکتبۃ الحدیث حضرو)

حافظ زبیر علی زئی

دیوبندی نماز اور موضوع ومتروک روایات

حافظ ابن کثیر الدمشقی رحمہ اللہ نے اصولِ حدیث کا ایک اہم مسئلہ ان الفاظ میں سمجھایا ہے: ''**لأن الضعف یتفاوت فمنه ما لا یزول بالمتابعات یعنی لا یؤثر کونه تابعًا أو متبوعًا کروایة الکذابین والمتروکین.**''

کیونکہ ضعف کے درجے مختلف ہیں، ان میں سے بعض ضعف متابعات سے زائل نہیں ہوتا یعنی شدید ضعف والی روایت تابع ہو یا متبوع، اس سے کوئی اثر نہیں ہوتا جیسے کذابین ومتروکین کی روایات (ہر لحاظ سے مردود ہیں)

(اختصار علوم الحدیث ص ۳۸ نوع ثانی، مترجم اردو ص ۲۹)

ثابت ہوا کہ عوام الناس کے سامنے جرح کے بغیر، کذاب اور متروک راویوں کی روایات بطورِ جزم وبطورِ حوالہ بیان کرنا جائز نہیں اور نہ بے سند روایات بیان کرنا جائز ہے۔

اس اصول کو مدنظر رکھتے ہوئے محمد الیاس گھمن حیاتی دیوبندی کی کتاب: ''نماز اہل السنۃ والجماعۃ'' سے کذاب، متروک اور شدید مجروح راویوں کی بیان کردہ دس روایات مع رد پیشِ خدمت ہیں، تاکہ عامۃ المسلمین کو معلوم ہو جائے کہ آلِ دیوبند اپنی تحریروں (اور تقریروں) میں عام لوگوں کے سامنے جھوٹی اور سخت ضعیف ومردود روایات بیان کر کے کتنا بڑا دھوکا دیتے ہیں، لہٰذا ایسے دھوکا بازوں سے بچنا ضروری ہے:

۱) گھمن صاحب نے ''نماز اہل السنۃ والجماعۃ'' جو کہ دراصل ''دیوبندی نماز'' ہے، میں ''رکوع میں جاتے اور اٹھتے وقت رفع یدین نہ کرنا:'' کا باب باندھ کر بحوالہ ''تفسیر ابن عباس'' لکھا ہے:

''حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں:......

''خاشعون'' سے مراد وہ لوگ ہیں جو عاجزی وانکساری سے کھڑے ہوتے ہیں، دائیں

بائیں نہیں دیکھتے اور نہ ہی نماز میں رفع یدین کرتے ہیں۔'' (ص ٦٧-٦٨)

عرض ہے کہ ''تفسیر ابن عباس'' نامی کتاب سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے نہیں لکھی، بلکہ یہ مکذوب طور پر ان کی طرف منسوب ہے اور اس کی سند کا بنیادی راوی محمد بن مروان السدی کذاب (بہت بڑا جھوٹا) تھا۔

اس راوی کے بارے میں سرفراز خان صفدر دیوبندی نے لکھا ہے:

''سدی کذاب اور وضاع ہے'' (اتمام البرہان ص ۴۵۵)

سرفراز خان نے مزید لکھا ہے:

''امام جریر بن عبدالحمید فرماتے ہیں کہ وہ کذاب ہے اور صالح بن محمد فرماتے ہیں کہ وہ جعلی حدیثیں بنایا کرتا تھا بقیہ محدثین بھی اس پر سخت جرح کرتے ہیں۔ انصاف سے فرمائیں کہ ایسے کذاب راوی کی روایت سے دینی کونسا مسئلہ ثابت ہوتا ہے یا ہوسکتا ہے؟''

(اتمام البرہان ص ۴۵۸)

نیز دیکھئے ماہنامہ الحدیث حضرو: ۲۴ ص ۵۰-۵۲

اس سند کا دوسرا راوی محمد بن السائب الکلبی بھی کذاب ہے۔

مشہور اہلِ حدیث عالم اور ثقہ تابعی امام سلیمان بن طرخان التیمی نے فرمایا: کوفہ میں دو کذاب تھے، ان میں سے ایک کلبی ہے۔ (کتاب الجرح والتعدیل ۷/ ۲۷۰، نور العینین ص ۲۴۲)

سرفراز خان صفدر دیوبندی نے امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ سے بحوالہ تذکرۃ الموضوعات (ص ۸۲) نقل کیا کہ ''کلبی کی تفسیر اول سے لے کر آخر تک سب جھوٹ ہے اس کو پڑھنا بھی جائز نہیں ہے۔'' (ازالۃ الریب ص ۳۱۶، نیز دیکھئے تنقید متین ص ۱۶۷-۱۶۹)

محمد تقی عثمانی دیوبندی نے لکھا ہے: ''آج کل ''تنویر المقباس'' کے نام سے جو نسخہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب ہے اس کی سند سخت ضعیف ہے، کیونکہ یہ نسخہ محمد بن مروان السدی الصغیر عن الکلبی عن ابی صالح کی سند سے ہے، اور اس سلسلۂ سند کو محدثین نے ''سلسلة الكذب'' قرار دیا ہے۔'' (فتاویٰ عثمانی ج ۱ ص ۲۱۵)

نیز دیکھئے مجلّہ شہریہ: ضربِ حق سرگودھا: ۲۱ ص ۳۱۔۳۲

رفع یدین کے خلاف جھوٹی روایت پیش کر کے گھمن صاحب نے دیوبندیت کے لئے کیا تیر مار لیا ہے؟! بلکہ اکاذیب وافتراءات کے گہرے کنویں میں وہ اور زیادہ گر چکے ہیں۔

اس کے بعد گھمن صاحب نے تفسیر سمرقندی (۲/ ۴۰۸) سے امام حسن بصری رحمہ اللہ کی طرف منسوب ایک بے سند اثر پیش کیا ہے، جس کی علمی میدان میں کوئی حیثیت نہیں۔

(نیز دیکھئے سرفراز خان صفدر کی کتاب: راہِ سنت ص ۳۸۷)

اس بے سند و بے اصل روایت کے مقابلے میں یہ ثابت ہے کہ امام حسن بصری رحمہ اللہ رکوع سے پہلے اور رکوع کے بعد رفع یدین کرتے تھے۔

(دیکھئے مصنف ابن ابی شیبہ ۱/ ۲۳۵ ح ۲۴۳۵ وسندہ صحیح)

۲) گھمن صاحب نے زیدی شیعوں کی کتاب: مسند الامام زید (ص ۱۵۸۔۱۵۹) سے ایک روایت لکھی ہے: ''امام زید اپنے والد امام زین العابدین سے وہ اپنے والد حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے جس امام کو رمضان میں تراویح پڑھانے کا حکم دیا اسے فرمایا کہ وہ لوگوں کو بیس رکعات پڑھائے.....''

(گھمن صاحب کی دیوبندی نماز ص ۱۴۳)

اس روایت کی سند میں ابو خالد عمرو بن خالد الواسطی راوی کذاب ہے۔

امام احمد بن حنبل نے فرمایا: ''**عمرو بن خالد متروك ،ليس يسوي شيئاً**''

امام یحییٰ بن معین نے فرمایا: ''**عمرو بن خالد كذاب ، غير ثقة و لامأمون**''

امام اسحاق بن راہویہ نے فرمایا: ''**كان عمرو بن خالد الواسطي يضع الحديث**''

عمرو بن خالد الواسطی حدیثیں بناتا تھا۔

امام ابوزرعہ الرازی نے فرمایا: ''**كان واسطياً و كان يضع الحديث**''

وہ واسطی تھا، اور حدیثیں بناتا تھا۔ (دیکھئے کتاب الجرح والتعدیل ج ۶ ص ۲۳۰)

ثابت ہوا کہ گھمن صاحب کی پیش کردہ یہ روایت موضوع (من گھڑت) ہے۔

۳) گھمن صاحب نے بحوالہ الکامل لابن عدی (۲/۵۰۱ ت ۳۹۹) السنن الکبریٰ للبیہقی (۲/۲۲۳) اور جامع الاحادیث للسیوطی (۳/۴۳ رقم ۱۷۵۹) ایک روایت لکھی ہے:

''حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب عورت نماز میں بیٹھے تو اپنی ایک ران دوسری ران پر رکھے اور جب سجدہ کرے تو اپنا پیٹ اپنی رانوں کے ساتھ ملا لے جو اس کے لئے زیادہ پردے کی حالت ہے۔'' الخ

(گھمنی دیوبندی نماز ص ۱۰۸)

اس روایت کا ایک راوی ابو مطیع البلخی جمہور کے نزدیک سخت مجروح ہے۔

دوسرے راوی کے بارے میں حافظ ابن حبان نے فرمایا: اس کا ذکر کیا جانا حلال نہیں۔

تیسرے راوی عبید بن محمد السرخی کی توثیق نامعلوم ہے۔

(دیکھئے میری کتاب: علمی مقالات ج ۴ ص ۵۰۹۔۵۱۰)

جس راوی کا روایت میں ذکر کرنا حلال نہیں، اس کی روایت پیش کر کے گھمن صاحب نے یہ ثابت کر دیا ہے کہ جھوٹی، مردود اور بے اصل روایتوں سے استدلال کرنا دنیاوی حیاتی آلِ دیوبند کا اوڑھنا بچھونا ہے۔

۴) گھمن صاحب نے السنن الکبریٰ للبیہقی (۲/۲۲۲۔۲۲۳ ح ۲۶۳۹) کے حوالے سے سیدنا ابو سعید الخدری رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب ایک روایت بھی پیش کی ہے:

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مردوں کو حکم فرماتے تھے کہ سجدے میں (اپنی رانوں کو پیٹ سے) جدا رکھیں اور عورتوں کو حکم فرماتے تھے کہ خوب سمٹ کر (یعنی رانوں کو پیٹ سے ملا کر) سجدہ کریں....'' (گھمنی نماز ص ۱۰۷)

اس روایت کے راوی عطاء بن عجلان کے بارے میں حافظ ابن حجر نے لکھا ہے:

متروک ہے، بلکہ ابن معین اور فلاس وغیرہما نے اس پر جھوٹ (بولنے کا) اطلاق کیا ہے۔

(تقریب التہذیب: ۴۵۹۴، الحدیث: ۱۳۰ ص ۲۶)

امام یحییٰ بن معین نے فرمایا: ''عطاء بن عجلان لیس حدیثه بشئ کذاب''

امام عمرو بن علی الفلاس نے فرمایا: ''ان عطاء بن عجلان کان کذاباً''

(دیکھئے کتاب الجرح والتعدیل ج۶ ص ۳۳۵)

یہ روایت بھی موضوع ثابت ہوئی اور اللہ ہی جانتا ہے کہ گھمن صاحب کس مقصد کے لئے سادہ لوح عام مسلمانوں میں ایسی جھوٹی روایات پھیلانا چاہتے ہیں؟!

۵) گھمن صاحب نے بحوالہ المعجم الاوسط للطبرانی (۶/ ۹ ح ۷۸۰۱ [وفی نسختنا: ۷۷۹۷]) السنن الکبریٰ للبیہقی (۲/ ۲۷) اور مجمع الزوائد (۲/ ۱۰۲ ح ۲۵۸۹ [وفی نسختنا ۲/ ۱۰۲]) سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب ایک روایت لکھی ہے:

''اذا استفتح احدکم (الصلوۃ) فلیرفع یدیه ولیستقبل القبلة فانّ اللّٰه اَمامه ... حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم میں کوئی نماز شروع کرے تو دونوں ہاتھوں کو اٹھائے اور ہتھیلیوں کو قبلہ رخ کرے کیونکہ اللہ تعالیٰ اس کے سامنے ہوتا ہے۔'' (گھمنی نماز ص ۵۰۔۵۱)

اس روایت کی سند میں ایک راوی عمیر بن عمران (الحنفی) ہے، جس کے بارے میں امام ابن عدی رحمہ اللہ نے فرمایا: ''حدث بالبواطیل عن الثقات وخاصة عن ابن جریج'' اس نے ثقہ راویوں، خاص کر ابن جریج سے باطل روایات بیان کیں۔

(الکامل لابن عدی ج۶ ص ۱۳۳، پرانا نسخہ ج۵ ص ۱۷۲۵)

حافظ ذہبی نے فرمایا: ''حدث بالموضوعات'' اس نے موضوع حدیثیں بیان کیں۔

(دیوان الضعفاء للذہبی ۲/ ۲۱۳)

اس موضوع روایت کی باقی سند بھی مردود ہے۔

یاد رہے کہ حافظ بیہقی نے اسے بغیر کسی سند کے ذکر کیا اور فرمایا:

''إلا أنه ضعیف فضربت علیه''

مگر یہ روایت ضعیف ہے، لہٰذا اس نے اسے کاٹ دیا ہے۔ (السنن الکبریٰ ۲/ ۲۷)

حافظ بیہقی (متساہل) کی یہ جرح چھپا کر گھمن صاحب نے خیانت کا ارتکاب کیا ہے۔

مجمع الزوائد میں علامہ ہیثمی نے لکھا ہے: ''وفیه عمیر بن عمران وھو ضعیف''

(ج۲ص۱۰۲)

اس جرح کو گھمن صاحب نے کس مقصد کے لئے چھپایا ہے؟

٦) گھمن صاحب نے تاریخ جرجان للسہمی (ص۱۴۲) کے حوالے سے لکھا ہے:

''حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

خرج النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم ذات لیلة فی رمضان فصلّی الناس اربعة وعشرین رکعة واوتر بثلاثة... نبی ﷺ رمضان المبارک میں ایک رات تشریف لائے اور لوگوں کو چار (فرض)، بیس رکعت (تراویح) اور تین وتر پڑھائے۔'' (گھمنی نماز ص۱۳۹)

گھمن صاحب کے غلط ترجمے سے قطع نظر عرض ہے کہ اس روایت کا ایک راوی محمد بن حمید الرازی ہے جس کے بارے میں ماسٹر امین اوکاڑوی دیوبندی نے لکھا ہے:

''اسحاق کوسج کہتے ہیں کہ میں گواہی دیتا ہوں وہ کذاب تھا۔ صالح بن محمد اسدی کہتے ہیں کہ وہ حدیثوں میں ردوبدل کر دیتا تھا اور بڑا دروغ گو تھا...'' (تجلیاتِ صفدر ج۳ص۲۲۴)

جمہور کے نزدیک مجروح اور اس کذاب کی روایت کو بطورِ حجت پیش کرنا گھمن صاحب کی کذب نوازی کی ''عظیم'' مثال ہے، نیز اس روایت کی باقی سند بھی مردود ہے۔

(دیکھئے ماہنامہ الحدیث حضرو:٦٧ص۳۵)

اگر کوئی دیوبندی شاذ اقوال کے ذریعے سے اس راوی (محمد بن حمید) کا دفاع کرنے کی کوشش کرے تو اسے کہیں کہ وہ تجلیات صفدر کی تیسری جلد لے آئے اور پھر اس سے مذکورہ حوالہ نکال کر اس کے سامنے رکھ دیں اور کہیں: امین اوکاڑوی نے جو جرح لکھی ہے وہ سچ ہے یا اوکاڑوی نے جھوٹ بولا ہے؟!

٧) گھمن صاحب نے سنن ترمذی (۱/ ۱۰۸ [ح ۴۷۹]) سنن ابن ماجہ (۱/ ۹۸ [ح ۱۳۸۴]) اور الترغیب والترہیب للمنذری (۱/ ۲۷۳) کے حوالے سے فائد بن عبدالرحمٰن الکوفی ابو الورقاء عن عبداللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہ کی سند سے ایک روایت لکھی ہے، جس میں

صلوٰۃ الحاجہ کا ذکر ہے۔اس روایت کے راوی فائد ابوالورقاء کے بارے میں امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ نے فرمایا: ''متروك الحديث'' (کتاب الجرح والتعدیل ۷/۸۳ ت ۴۷۵)

امام ابوحاتم الرازی نے فرمایا: ''وأحاديثه عن ابن أبي أوفى بواطيل ،لا تكاد ترى لها أصلاً كأنه لا يشبه حديث ابن أبي أوفى ولو أن رجلاً حلف أن عامة حديثه كذب لم يحنث.'' اور ابن ابی اوفی (رضی اللہ عنہ) سے اس (فائد) کی حدیثیں باطل ہیں،تم ان کی کوئی اصل نہیں پاؤ گے، گویا کہ وہ ابن ابی اوفی (رضی اللہ عنہ) کی حدیثوں سے مشابہ نہیں اور اگر کوئی آدمی قسم کھائے کہ اس (فائد) کی عام حدیثیں جھوٹ ہیں تو اس کی قسم نہیں ٹوٹے گی۔ (کتاب الجرح والتعدیل ۷/۸۴)

حاکم نیشاپوری نے اپنے تساہل کے باوجود فرمایا: ''يروي عن ابن أبي أوفى أحاديث موضوعة.'' وہ ابن ابی اوفی (رضی اللہ عنہ) سے موضوع روایتیں بیان کرتا تھا۔

(المدخل الی الصحیح ص ۱۸۴ ت ۱۵۵)

۸) گھمن صاحب نے السنن الکبریٰ للبیہقی (۲/۲۸۴) اور مشکوٰۃ المصابیح (۱/۹۱ [ح ۹۹۶]) سے علیلہ بن بدر ثنا عنطوانہ عن الحسن عن انس رضی اللہ عنہ کی سند والی ایک روایت پیش کی ہے کہ ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے انس! اپنی نظر سجدے کی جگہ پر رکھ۔'' (گھمنی نماز ص ۴۵)

علیلہ یعنی ربیع بن بدر بن عمرو بن جراد التمیمی السعدی البصری کے بارے میں امام ابوزرعہ الرازی، امام نسائی اور امام دارقطنی نے فرمایا: ''متروك الحديث'' (علل الحدیث لابن ابی حاتم: ۱۳۷، الضعفاء والمتروکین للنسائی: ۲۰۰، سنن دارقطنی ۱/ ۹۹ بحوالہ الجامع فی الجرح والتعدیل ۱/ ۲۳۷)

علیلہ (متروک) کا استاد عنطوانہ مجہول ہے۔ (دیکھئے لسان المیزان ۴/ ۳۸۵ دوسرا نسخہ ۵/ ۳۴۸)

اس سخت مردود ومتروک روایت کے بغیر بھی یہ ثابت ہے کہ (حالتِ نماز میں) اپنی نظریں نیچی رکھنی چاہیں۔دیکھئے شرح الترمذی لابن سید الناس (۲/ ۲۱۷) اور نور العینین فی اثبات رفع الیدین (ص ۲۰۳) وسندہ حسن.

لیکن یاد رہے کہ میری پیش کردہ حسن روایت میں رکوع سے پہلے اور رکوع کے بعد والے رفع یدین کا ذکر بھی موجود ہے اور یہ بھی لکھا ہوا ہے کہ "كان يصلي ويأمر بها" آپ (ﷺ) ایسی نماز پڑھتے تھے اور اس کا حکم دیتے تھے۔ (نور العینین ص ۱۹۵)

۹) گھمن صاحب نے امام اصبہانی کی کتاب الترغیب والترہیب (۲/ ۴۲۱ [ح ۱۹۱۰]) سے ایک روایت پیش کی ہے: "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب نماز شروع فرماتے تو اپنی نگاہوں کو سجدہ کی جگہ پر جما لیتے۔" (گھمنی نماز ص ۴۶)

اس روایت کی سند میں ابو عمر نضر بن عبدالرحمٰن الخزاز الکوفی متروک ہے۔

امام نسائی نے فرمایا: "متروك الحديث" (کتاب الضعفاء والمتروکین: ۵۹۴)

امام یحییٰ بن معین نے فرمایا: "لا يحل لأحد أن يروي عن النضر أبي عمر الخزاز" کسی کے لئے یہ حلال نہیں کہ ابو عمر نضر الخزاز سے روایت بیان کرے۔

(کتاب الجرح والتعدیل ۸/ ۴۷۵)

امام بخاری نے فرمایا: "منكر الحديث" (کتاب الضعفاء الصغیر للبخاری: ۳۷۵، التاریخ الکبیر ۸/ ۹۱)

اس سند کا دوسرا راوی محمد بن سلیمان بن ہشام الخزاز چور تھا۔

امام ابن عدی نے فرمایا: "يوصل الحديث ويسرقه" وہ حدیثیں ملاتا تھا اور حدیثیں چوری کرتا تھا۔ (الکامل لابن عدی ۶/ ۲۲۷۹، دوسرا نسخہ ۷/ ۵۳۱)

اور مزید فرمایا: "وأحاديثه عامتها مسروقة سرقها من قوم ثقات ويوصل الأحاديث" اس کی بیان کردہ عام حدیثیں چوری شدہ ہیں، اس نے انھیں ثقہ لوگوں سے چوری کیا ہے اور وہ حدیثیں ملاتا تھا۔ (ایضاً ص ۲۲۷۹)

احادیث میں سرقہ (چوری) ایک خاص اصطلاح ہے اور اس کا مطلب یہ ہے کہ کذاب راوی اِدھر اُدھر سے مختلف متون و عبارات سن کر ان کے ساتھ اپنی تیار کردہ سندیں ملا کر ایک حدیث تیار کر دے۔ ایسی روایت موضوع و متروک ہوتی ہے اور اس کا بغیر جرح کے بیان کرنا حلال نہیں ہوتا، جیسا کہ حافظ ابن حبان نے اسی راوی (محمد بن ہشام بن

سلیمان) کے بارے میں لکھا ہے: "....لا یجوز الاحتجاج به بحال" اور کسی حال میں بھی اس سے حجت پکڑنا حلال نہیں۔ (کتاب المجروحین ۲/ ۳۰۵ دوسرا نسخہ ۲/ ۳۲۲)

کیا گھمن صاحب کو کذابین، متروکین اور چوروں کی روایتیں جمع کرنے کا بہت شوق ہے یا ان کی "زنبیل" ہی خالی ہے۔ واللہ علم

۱۰) گھمن صاحب نے سنن ترمذی (۱/ ۵۵ [ح ۲۳۸]) اور سنن ابن ماجہ (۱/ ۶۰ [ح ۸۳۹]) کے حوالے سے سیدنا ابو سعید الخدری رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب درج ذیل روایت لکھی ہے:

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "اس شخص کی نماز نہیں ہوتی جو فرض نماز یا اس کے علاوہ نفل وغیرہ میں الحمد للہ اور کوئی دوسری سورت نہ پڑھے۔" (گھمنی نماز ص ۵۷)

اس روایت کی سند کا ایک راوی ابو سفیان طریف بن شہاب السعدی ہے، جس کے بارے میں امام نسائی نے فرمایا: "متروك الحديث" (کتاب الضعفاء والمتروکین: ۳۱۸)

امام احمد بن حنبل نے فرمایا: "ليس بشئ لا يكتب عنه" وہ کوئی چیز نہیں، اس سے (روایات کو) نہ لکھا جائے۔ (کتاب الجرح والتعدیل ۴/ ۴۹۳)

دوسرے یہ کہ یہ سخت ضعیف و مردود روایت صحیح بخاری کی اس حدیث کے سراسر خلاف ہے، جس میں آیا ہے کہ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: "وإن لم تزد علٰى أم القرآن أجزأت وإن زدت فهو خير." اور اگر تو سورۂ فاتحہ سے زیادہ نہ پڑھے تو نماز جائز ہے اور اگر زیادہ پڑھے تو بہتر ہے۔ (ح ۷۷۲ باب القراءة فی الفجر)

فائدہ: اس سے ثابت ہوا کہ نماز میں سورۂ فاتحہ پڑھنا فرض ہے اور اس سے زیادہ پڑھنا واجب نہیں، بلکہ سنت ہے۔

گھمن صاحب کی اس کتاب میں اور بھی بہت سی ضعیف و مردود روایات موجود ہیں، مثلاً:

۱: کتاب مذکور کے مقدمے "چند گزارشات" میں "الترغیب والترھیب للمنذری" (۱/ ۲۴۶ [ح ۵۴۱]) کے حوالے سے مذکور ہے: "نماز کا مقام دین میں ایسا ہے جیسا کہ سر کا

مقام جسم میں ہوتا ہے۔'' (گھمن صاحب کی نماز کی کتاب ص ۱۳)

یہ روایت المعجم الاوسط للطبرانی (۲۳۱۳) اور مجمع الزوائد (۱/۲۹۲) میں موجود ہے اور اس کا بنیادی راوی مندل بن علی العنزی جمہور کے نزدیک ضعیف ہے، نیز دوسرے راویوں احمد بن محمد الشعیری الشیرازی (۲) الحسین بن الحکم الکوفی اور (۳) حسن بن حسین الانصاری میں بھی نظر ہے۔

دوسرے الفاظ میں، گھمن صاحب نے اپنی کتاب کا آغاز ہی ضعیف ومردود روایت سے کیا ہے۔

۲: گھمن صاحب نے الناسخ والمنسوخ لابن شاہین (ص ۱۵۳) سے ایک روایت پیش کی ہے: ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب نماز شروع کرتے تو اپنے ہاتھ سینہ تک اٹھاتے اور جب رکوع سے سر اٹھاتے اور نہ اس کے بعد کرتے۔'' (گھمنی نماز ص ۹۰)

ترجمے سے قطع نظر عرض ہے کہ اس روایت کی سند میں احمد بن عبداللہ بن محمد الرقی راوی ہے، جس کی توثیق نامعلوم ہے۔

۳: گھمن صاحب نے مسند ابی حنیفہ لابی نعیم الاصبہانی (ص ۳۴۴ ح ۲۲۵) اور سنن ابی داود (۱/ ۱۱۷ [ح ۷۵۲] کے حوالے سے سیدنا براء بن عازب رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب ایک روایت لکھی ہے:

''...اور نماز کا سلام پھیرنے تک دوبارہ رفع یدین نہیں کرتے تھے۔'' (گھمنی نماز ص ۶۹)

مسند ابی حنیفہ والی روایت کے امام ابوحنیفہ تک سارے راوی مجہول ہیں۔

(دیکھئے میری کتاب: علمی مقالات ج ۴ ص ۴۱۹۔۴۲۰)

اور سنن ابی داود والی روایت کے فوراً بعد خود امام ابوداود نے فرمایا:

''**ھذا الحدیث لیس بصحیح**'' یہ حدیث صحیح نہیں۔ (ح ۷۵۲)

دوسرے یہ کہ محمد بن ابی لیلیٰ (ضعیف عند الجمہور) کی یہ روایت یزید بن ابی زیاد سے ہے، جس کا ذکر اس سند میں رہ گیا ہے۔ (دیکھئے کتاب العلل للامام احمد ۱/۱۴۳ ت ۶۹۳، نور العینین ص ۱۵۰)

اس راوی یزید بن ابی زیاد پر خود الیاس گھمن صاحب کے رسالے سے جرح پیشِ خدمت ہے:

''یہ حدیث بھی بطورِ حجت پیش نہیں کی جاسکتی اس لئے کہ امام زیلعیؒ فرماتے ہیں کہ اس حدیث کی سند میں یزید بن زیاد ہے اور وہ ضعیف ہے۔ (نصب الرایہ للزیلعی ج ۱ ص ۱۸۶، ۱۸۵)

(۲) حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں کہ یزید ضعیف تھا، آخری عمر میں اس کی حالت بدل گئی تھی اور وہ شیعہ تھا۔ (تقریب ج ۲ ص ۳۶۵)''

(دیوبندی ''قافلہ حق'' ج ۶ شمارہ: ۱ ص ۲۵، جنوری تا مارچ ۲۰۱۲ء)

اس طرح کی بہت سی مثالیں اور بھی موجود ہیں، یعنی گھمن صاحب کی کتاب ''نماز اہل السنۃ والجماعۃ'' میں بہت سی موضوع، مردود، ضعیف اور بے سند روایات واقوال موجود ہیں۔

بلکہ امام ابوحنیفہ پر بھی بہتان باندھنے سے گریز نہیں کیا گیا، مثلاً:

گھمن صاحب نے فتاویٰ قاضی خان (ج ۱ ص ۱۱۲) کے حوالے سے امام ابوحنیفہ کے بارے میں لکھا ہے:

''آپ رمضان مبارک میں اکسٹھ (61) قرآن مجید ختم کرتے تھے.....'' (گھمنی نماز ص ۱۵۳)

چھٹی صدی ہجری کے قاضی خان کی پیدائش سے صدیوں پہلے امام ابوحنیفہ فوت ہو گئے تھے اور اس واقعے کی کوئی صحیح یا حسن سند متصل موجود نہیں، لہٰذا یہ روایت امام ابوحنیفہ پر بہتان ہے۔

تنبیہ: ان موضوع، مردود، ضعیف اور بے اصل روایات کی وجہ سے گھمن صاحب کی کتاب کا نام ''گھمنی نماز'' یا ''گھمن صاحب کی دیوبندی نماز'' مناسب ہے۔ واللہ اعلم

آخر میں گھمن صاحب اور آلِ دیوبند سے مطالبہ ہے کہ اس کتاب کی مذکورہ روایات اور دیگر ضعیف ومردود حدیثوں کا صحیح یا حسن ہونا اصولِ محدثین کی رُو سے ثابت کریں اور اگر نہ کر سکیں تو علانیہ توبہ کریں ورنہ سوچ لیں کہ موت کا وقت ایک دن آنے والا ہے اور پھر اللہ تعالیٰ کے دربار میں حاضری ہوگی۔ وما علینا إلا البلاغ

(۱۵/ جنوری ۲۰۱۲ء، مکتبۃ الحدیث حضرو)

الیاس گھمن دیوبندی کا امام ابوحنیفہ پر بہت بڑا بہتان

محمد الیاس گھمن دیوبندی نے امام ابوحنیفہ کے بارے میں کہا ہے:

''میں نعمان کے عقیدہ پر بات کرتا ہوں ...امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے عقیدہ بیان کیا...رب کی ذات کے بارے میں نعمان کا احناف کا عقیدہ یہ ہے ''اللہ ہر جگہ پر ہے'' صرف اللہ عرش پر نہیں ہے...ہم نے عقیدہ بیان کیا میں کہتا ہوں اللہ ہر جگہ پر ہے۔''

(خطباتِ گھمن ج ا ص ۲۰۰)

گھمن صاحب نے مزید کہا ہے: ''میں نے عرض کیا میرے امام کا عقیدہ ہے اللہ ہر جگہ پر ہے......'' (خطباتِ گھمن ج ا ص ۲۰۵)

الیاس گھمن صاحب اور تمام آلِ دیوبند سے مطالبہ ہے کہ امام ابوحنیفہ سے مذکورہ عقیدے کا صحیح یا حسن سند سے ثبوت پیش کریں اور اگر نہ کر سکیں تو علانیہ توبہ کریں، ورنہ جان لیں کہ یہ آپ لوگوں کا بہت بڑا جھوٹ ہے اور امام ابوحنیفہ اس سے بری ہیں۔

بطورِ الزامی دلیل عرض ہے کہ حنفیوں کی بے کار سند کے ساتھ ابو مطیع البلخی کی طرف منسوب کتاب ''الفقہ الاکبر الابسط'' میں لکھا ہوا ہے: ''**قال ابو حنيفة من قال لا اعرف ربي في السماء او في الارض فقد كفر لان الله تعالىٰ قال الرحمن على العرش استوىٰ فان قال انه تعالىٰ على العرش استوىٰ ولكنه يقول لاادري العرش افي السماء او في الارض قال هو كافر لانه انكر كون العرش في السماء لان العرش في اعلى عليين وانه تعالىٰ يدعى من اعلىٰ لامن اسفل لان الاسفل ليس وصف الربوبية والالوهية في شيءٍ...**''

ابوحنیفہ نے کہا: جس نے کہا کہ میں نہیں جانتا میرا رب آسمان پر ہے یا زمین پر تو اُس نے کفر کیا، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: رحمٰن عرش پر مستوی ہوا، پھر اگر اس نے کہا: اللہ تعالیٰ

عرش پر مستوی ہوا لیکن وہ کہتا ہے: میں نہیں جانتا کہ عرش آسمان پر ہے یا زمین پر ہے۔
انھوں (ابوحنیفہ) نے کہا: وہ کافر ہے کیونکہ اس نے آسمان پر عرش کے ہونے کا انکار کیا ہے،
کیونکہ عرش اعلیٰ علیین پر ہے اور اللہ تعالیٰ کو اوپر (سمجھ کر) پکارا جاتا ہے، نہ کہ نیچے سے (یعنی
نیچے سمجھ کر پکارا نہیں جاتا)
نیچے ہونا ربوبیت اور الوہیت کی کوئی صفت نہیں۔ (ص ۴۹ مطبوعہ کتب خانہ نعمانیہ پشاور شہر)
فقہ ابسط کی مذکورہ عبارت قاضی صدر الدین علی بن ابی العز الحنفی کی مشہور کتاب شرح العقیدۃ
الطحاویہ میں بعض اختلاف کے ساتھ موجود ہے۔ (ص ۳۲۲۔۳۲۳)
حافظ ذہبی نے بھی اس عبارت کو بعض اختلاف کے ساتھ **بلغنا** کہہ کر اپنی مشہور کتاب العلو
للعلی الغفار (ج ۲ ص ۹۳۵ رقم ۳۳۲) میں نقل کیا ہے۔
کیا فرقۂ دیوبندیہ میں ایک بھی سنجیدہ عالم موجود نہیں جو محمد الیاس گھمن صاحب کو امام
ابوحنیفہ پر کذب و افتراء اور بہتان باندھنے سے روکے؟! **الیس منکم رجل رشید؟**
(۱۳/ جنوری ۲۰۱۲ء مکتبۃ الحدیث حضرو)

مشہور ثقہ امام اور مجاہد عبداللہ بن المبارک المروزی رحمہ اللہ سے پوچھا گیا:
ہم اپنے رب کو کس طرح پہچانیں؟ انھوں نے فرمایا: ''**علی السماء السابعة علی عرشه ولا نقول کما تقول الجهمية أنه ها هنا فی الأرض**''
ساتویں آسمان پر اپنے عرش پر اور جہمیوں کی طرح ہم یہ نہیں کہتے کہ وہ یہاں زمین میں ہے۔
(کتاب السنہ للامام عبداللہ بن احمد بن حنبل: ۲۲، ۵۹۸ وسندہ صحیح)

یہ اثر ان کتابوں میں بھی ہے: خلق افعال العباد للبخاری (ص ۸ [ح ۱۱]) الرد علی
المریسی للدارمی (ص ۱۰۳) والرد علی الجہمیۃ لہ (۵۰) التوحید لابن مندہ (۳/ ۳۰۸
ح ۸۹۹) عقیدۃ السلف للصابونی (ص ۲۰ رقم ۲۸) التمہید لابن عبدالبر (۷/ ۱۴۲) الاسماء
والصفات للبیہقی (۲/ ۳۳۶ ح ۹۰۳) اثبات صفۃ العلو لابن قدامہ (ح ۹۹۔۱۰۰) بحوالہ
الآثار المرویہ فی صفۃ المعیۃ لمحمد بن خلیفۃ بن علی التمیمی (ص ۳۹) [۲۱/ فروری ۲۰۱۲ء]

محمد زبیر صادق آبادی

امام اعظم کون؟

آلِ دیوبند کی اکثریت کا یہ خیال ہے کہ ''امام اعظم'' کا لقب صرف اور صرف امام ابوحنیفہ کے لئے ہی خاص ہے، لیکن پالن حقانی گجراتی دیوبندی نے لکھا ہے:

''ہمارے رسول حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم خاتم الانبیاء ہیں اور امام اعظم ہیں۔ جس زمانے میں بھی آپؐ کی نبوت ہوتی آپؐ واجب الاطاعت تھے اور تمام انبیاء کی تابعداری پر جو اس وقت ہوں آپؐ کی فرمانبرداری مقدم رہتی۔ یہی وجہ تھی کہ معراج والی رات کو بیت المقدس میں تمام انبیاء علیہم السلام کے امام آپؐ ہی بنائے گئے۔'' (شریعت یا جہالت ص ۲۹۷)

تنبیہ: یہ کتاب محمد زکریا صاحب تبلیغی دیوبندی کی مصدقہ کتاب ہے۔

نیز امام مالک، امام شافعی، امام احمد بن حنبل رحمہم اللہ اجمعین کو بھی امام اعظم کہا گیا ہے۔

آلِ دیوبند، آلِ بریلی اور آلِ تقلید کے علامہ قسطلانی نے امام مالک رحمہ اللہ کو **''الامام الأعظم''** کہا۔

(ارشاد الساری شرح صحیح بخاری ۵/۷۰ ح ۳۳۰۰، ۱۰/۱۰۷ ح ۶۹۶۲، الحدیث حضرو نمبر ۵۷ ص ۴۱)

تاج الدین عبدالوہاب بن تقی الدین السبکی نے امام شافعی رحمہ اللہ کو الامام الاعظم کہا۔

(طبقات الشافعیہ الکبریٰ ۱/ ۲۲۵، ۱/ ۳۰۳، الحدیث حضرو: ۵۷ ص ۴۱)

قسطلانی نے امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کے بارے میں کہا: **''الإمام الأعظم''**

(ارشاد الساری ۵/ ۳۵ ح ۵۱۰۵)

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے امام شافعی رحمہ اللہ کو الامام الاعظم کہا۔

(طبقات المدلسین مع الفتح المبین ص ۱۳)

نیز حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے مسلمانوں کے خلیفہ (امام) کو بھی ''الامام الاعظم'' کہا۔

(فتح الباری ۳/ ۱۱۲ ح ۱۳۸۷، الحدیث حضرو: ۵۷ ص ۴۲)

اعلانات

۱: الیاس گھمن صاحب کے قافلۂ باطل (جلد ۶ شمارہ نمبر ۱) کے دندان شکن جواب کے لئے دیکھئے ماہنامہ ضربِ حق سرگودھا (شمارہ نمبر ۲۲، فروری ۲۰۱۲ء ص ۳۹۔ ۴۵)

۲: الیاس گھمن کے اشتہار ''رفع یدین نہ کرنے'' کا جواب از حافظ زبیر علی زئی دیکھئے ماہنامہ ضربِ حق سرگودھا شمارہ نمبر ۲۱ ص ۳۱۔ ۳۹ (جنوری ۲۰۱۲ء)

۳: ''نواب وحید الزمان حیدر آبادی نقشبندی، ایک تحقیقی جائزہ'' از شعیب محمد دیکھئے ماہنامہ ضربِ حق سرگودھا شمارہ نمبر ۲۱ ص ۱۵۔ ۳۰ (جنوری ۲۰۱۲ء)

اس مضمون میں یہ ثابت کیا گیا ہے کہ وحید الزمان اہلِ حدیث نہیں تھا۔

۴: ''تقویت الایمان کی ایک عبارت اور حقیقی گستاخ'' از ابو عبداللہ شعیب محمد دیکھئے ماہنامہ ضربِ حق سرگودھا شمارہ نمبر ۲۰ ص ۱۳۔ ۲۳ (دسمبر ۲۰۱۱ء)

اس تحقیقی مضمون میں حنیف قریشی بریلوی رضا خانی اور آلِ بریلی کے شبہات و اعتراضات کا دندان شکن جواب دیا گیا ہے۔

۵: ''ساتویں دن کے بعد عقیقہ کرنا، جائز ہے'' از حافظ زبیر علی زئی دیکھئے ماہنامہ ضربِ حق سرگودھا شمارہ نمبر ۱۹ ص ۳۹۔ ۴۲ (نومبر ۲۰۱۱ء)

۶: گھمن پارٹی کے ابڑو نامی ایک دیوبندی نے ایک کتاب ''تحقیقِ حق تحقیق سے تقلید تک...!؟'' لکھی ہے، اس کے جواب کے لئے دیکھئے:

''ابڑو دیوبندی کی ''تحقیقِ حق'' کی دس باطل و مردود روایتیں''

(ماہنامہ ضرب حق سرگودھا شمارہ ۲۳ ص ۳۴ تا ۳۹، مارچ ۲۰۱۲ء)

۷: ماسٹر امین اوکاڑوی دیوبندی نے صلوٰۃ الرسول نامی کتاب کے خلاف ایک مضمون لکھا تھا، اس کے جواب کے لئے دیکھئے: ''صلوٰۃ الرسول پر دیوبندی نظر کا جواب''

(ماہنامہ ضرب حق سرگودھا شمارہ ۲۳ ص ۴۰ تا ۴۹، مارچ ۲۰۱۲ء)